

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
قُلْ هُوَ اللَّهُ صَمَدٌ
قُلْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
قُلْ هُوَ اللَّهُ ذُو الْعَرْشِ
الْعَلِيِّ

(قصیده)

مَدْحِ سَیِّدِ الْعَالَمِینِ
مَدْحِ سَیِّدِ الْعَالَمِینِ

مَعَ أَصْوَافِ مَعْرُوفِ
مَعَ أَصْوَافِ مَعْرُوفِ

کُلِّ بَکَا وَوَلِی
کُلِّ بَکَا وَوَلِی

(قصیده)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ
قُلْ هُوَ اللَّهُ صَمَدٌ
قُلْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
قُلْ هُوَ اللَّهُ ذُو الْعَرْشِ
الْعَلِيِّ



اکی رحمن کو میرے وہ گل	کہ حسیہ مرغ دل ہو سب کا بلبل
------------------------	------------------------------

حمد و ثنا کا گلستان ہمیشہ ہماراغبان حقیقی کو مناد رہا کہ اُسکے بارغ لطف سے اس طرف بوستان جہان نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت بے اندازہ پائی پھولوں کی بارین اور تریبا ع و سون کے نقش و نگار میں اُسی کے نور کی تجلی سمائی خامہ مشک مغز کا کیا مقدور اور کتنی طاقت کہ اُسکی حمد و ثنا تحریر کر سکے اور جو حق لکھنے کا یہ لکھ سکے ایسا

ہر اکچے سے گل کی بچیان کی	وہی علت ہو بلبل کے غمان کی	جو غم نہ ہو بند غمے کا چین میں	اُسی کا نام لیتا ہو دہن میں
اُسی کے حکم نے شیرازہ بندی	کتابا رض محبوب میں کی	جو عکس دے لیلی گل میں آیا	تو موے قیس کو سنبل بنایا
جو ابر حرمست غفار بر سے	گناہوں کو ہمار دم میں سے	طروت پائے اپنی کشت امید	ہر سی ہو جائے اپنی کشت امید
اگر دل تھر پڑا جائے اُسکا	سولے نکل احمد نہ نہیں جا		

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں

خزار ہزار درود و سلام اُس والا سب علی نسب پر ہو جو باعث بنائے زمین و آسمان اور سبب ایجاد کون و مکان ہوا اُسکے براق کے سم کا نقش ہر وہ ماہ کی پیشانی پر درست بیٹھا اُسکے مجموعہ مکان سے جہان ہر ایک کتاب اور اُس کتاب سے ہستی ہر ایک باب صفحہ خاک کو جو دیکھ پے لکھا تو بیت افلاک میں فرما اُس

سطح نور اور مقطع طور نے عناصر کی رباعی اختیار کی بہت اس مرحلہ کا نہیں ہی پایا کہ اب تو ثنائے شاہ مردان

حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی منقبت میں

جب صبح کو آفتاب نے قلم شاعی ورق عالم پر آیت نور لکھ کر صفحہ جہان کو روشن کیا میں نے چاہا کہ دریائے سخن میں غوطہ لگا کے لوہے آبدار چو سخن کے جوہریوں کو منظور ہوں نکالوں جس طرف غور و تامل سے نگاہ کی ڈھیر کے ڈھیر نظر آئے سو چاہا کہ انکو کس پر شمار کروں اس تردد و تفکر میں تھا کہ یکایک یہ فردہ میرے کان میں پہونچا کہ غریق دریائے فکر یہ جواہر درخشان دوسرے کے لائق نہیں حضرت علیؑ کے قدموں پر شمار کر بیٹھے اسکی طرح میں زبان کھول وہ شہنشاہ کہ جسکے ہرے کے عکس سے ماہ کے رخ پر صفائی آئی اور خورشید کے آئینہ نے جلائے وافر پائی اگر ساتوں آسمان کے میدان میں گھوڑا دوڑائے تو ستاروں کے لشکر میں فتور پڑ جائے اور شہنشاہ تیری درگاہ میں میری ہی عرض ہو کہ دار گیر قیامت میں مجھ کو باروے سپید اپنے غلاموں کی صف میں رکھنا اسکے سوا اور کیا عرض کروں کہ بندے کو زیادہ عرض کرنی اپنے مولا کی جناب میں کمال گستاخی ہو

وجہ تصنیف کتاب

ناظرین پر روشن ہو کہ شیخ غرت اللہ بنگالی نے یہ کتاب فارسی میں تصنیف کی تھی اسنے اسکا سبب یوں لکھا ہے کہ طالب علمی کے ایام میں اس حقیر کو انشا پر داری کے فن میں رغبت تام تھی اور سو کہ بھی کاغذ پر لکھا کہ چھوڑتا تھا ایک روز رفیق شفیق نذر محمدؒ کہ نو برس تک اس شوریدہ حال کا مرغ دل اس شیخ جال پر پروانہ کے مانند قربان اور ذرے کی طرح اس خورشید آسمان جن پر سرگردان تھا چکورو کے مانند خرامان خرامان آیا ابیات غزلوں سے کیا لیتی چشم اسکی باج چاہے طلب کرتی تھی شیراز سے خراج چاہے نکا ہوں کی تھی عشوہ سازی بدام نہ کر شمع میں کرتی تھی عالم کا کام کہ کبھی سستی میں لہرائی اگر نہ کیا صفحہ دل کو زیر و زبر بہ عجب خط سے رونق تھی رخسار کی یہ کہ مصحف میں جہد دل تھی زندگار کی یہ کہ رگ لعل کا میں جو پاؤں قلم نہ تو کچھ سرخی لب ہو مجھے رقم نہ اور جس طرح ہمارے اسکے دوستی تھی ویسی ہی محبت سے ہاتھ میں ہاتھ رکھا اور راہ الفت میں قدم ساتھ رکھا آخر ش جام لب کو شراب تکلم سے بھر کر آتش بیانی سے بخت کا بازار گرم کیا یہ شوریدہ محبت بھی اس فرشتہ خصال سے مشکم رہا پھر میرے زانو پر سر رکھ کر کہنے لگا کہ مجھے نیند آتی ہو جب تک سوؤں تم بیٹھے کوئی کہانی کہو پہلے تو میں نے چاہا کہ میں بھی اس سے

لیٹ کر سو رہوں لیکن یہ خیال آیا کہ شاید آشفۃ خاطر ہوا اور یہ سوچے کہ میرا کتنا خانہ تاب وہ قصہ کہ جسکی داستان عشق سے بھری ہوئی تھی اُس سرایہ حجت کے آگے کہنے لگا من بعد اُنس یاد ارجبندی خواہش اس مستمند کو اسپر لائی کہ اس دلچسپ قصہ کو فارسی کی عبارت کا لباس پہنا کر نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کر کے مشکل پسند دیکھنے والوں کے لالچ کر دے اس اثنا میں غرہ ذی الحج کو کہ سنہ ایک ہزار ایک سو چوبیس ہجری تھے اُس نو بادہ باغ محبت کو صرصوت نے جڑ سے اکھاڑ ڈالا اس واقعہ جانکاہ سے مجھ مصیبت زدہ کے ہوش و حواس اُڑ گئے چاہا کہ اوراق مسودات کو اس افسانے کے بھی پُر زبے پُر زبے کر ڈالوں لیکن چند دوستوں نے کہ ایک گونہ پاس خاطر انکا منظور تھا اگر سمجھایا اور کہا بیت آسان بہت پہلے خدشا کا توڑنا نہ لیکن بہت محال ہو پھر اُسکا جوڑنا نہ بلکہ ضرورت آدھے کو فارسی کیا اور آدھے کو اُسی طرح رہنے دیا اس کتاب کے ترجمے کا یہ سبب ہو کہ مستند نہال چند لاہوری کو کہ اس نحیف کامولہ شاہجہاں آباد ہوا شرف البلاد کلکتہ میں کہ بالفعل ہندوستان کا دارالامارہ ہوا آب خورش کھینچ کر لایا اور یہ خاکسار کپتان ولورٹ صاحب بہادر کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا انکی دستگیری سے صاحب خداوند محبت حاکم زمان دستگیر در ماندگان نیچ الجود والا احسان حشمتہ فیض و سخا دریاے عنایت و کرامت بحر احسان و شجاعت صاحب گلکمر سٹ بہادر مدظلہ کے دامن دولت تاک و سترس پایا نظم

شنا میں اُسکی بچا ہو اگر صغیر و کبیر	ہزار صفحہ کا غزسد اکریں تحریر	وہی ہوا باغ فصاحت کا نخل عالمین
گل سخن سے اُسی کے شگفتہ دل ہو زہیر	وہی ہو گوہر بحر سخا و کان عطا	نہیں ہوا کاجان میں کوئی عدلی نظر
چراغ عقل سے شمع مراد روشن ہو	وہ رات کو مہر انور ہو دن کو ہر منیر	سجا ہو قامت موز و نیہ خلعت خلاق
خدا نے اپنی عنایت سے اُسکو دی تیر	ہر ایک خدمت عالی سے فیض پاتا ہو	گواہ دل سے ہوا سب بات پر امیر فقیر
لیاقت اتنی کمان خاکسار کو اُسکے	کہ اُسکی بخشش بہت کی کر سکے تقریر	مگر خدا سے دعا مانگتا ہوئے نزلت
پسہر میں بے جتبا ضیاع ہر منیر	سلامت اُسکو کھے ہفتام دولت	عدو کو اُسکے کرے دہر میں بیل و حقیر

غرض کہ صاحب بہادر کے تفضلات سے بخوبی اس ضعیف کی اوقات بسر ہونے لگی اور امید زیادہ تر ہونے لگی کہ اگر کوئی مدت مدد گار ہو اور یہ دامن دولت اپنے ہاتھ ہو تو شمت قدم کے ساتھ ہو پھر ایک روز خداوند نصرت نے ارشاد کیا کہ تاج الملوک اور بکاولی کا قصہ فارسی میں ہو ہندی ریختے کے محاورے میں ترجمہ کر کہ تیری سرخروئی اور یادگاری کا موجب اور ہماری خوشنودی کا سبب ہو چنانچہ اس نحیف نے

حب الارشاد فیض نبیاد اپنے حوصلے کے موافق خلاطون فطنت والا شکوہ عالی حشمت فکال شہسبہ مار گوسین یزلی نواب گونر جزل دام اقبال کے عہد میں ہندی ہین ترجمہ کیا اور نام اسکا مذہب عشق تھا ہر ایک سخن رس اور نکتہ دان صبح نفس سے یہ امید ہو کہ جہان کہیں میدان عبارت میں نشیب و فراز دیکھیں وہاں اصلاح کے قلم سے ہمارے زمین اور اس کی حیدر ان کو اپنی نوازش سے ممنون فرمائیں

آغاز داستان



کہتے ہیں کہ پورب کے شہر وین میں کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا زمین الملوک نام جہاں اسکا جیسے ماہ منیر عدل و انصاف اور شجاعت و سخاوت میں بنیظیر اسکے چار بیٹے تھے ہر ایک علم و فضل میں علامہ زمان اور جو مزدی میں رستم دوران خدا کی قدرت کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہان کا روشن کرنے والا اور جو دھوین رات کے چاند کی طرح دنیا کے اندر میرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا ابیات

اگر حسین اسکی بنائے	مہ نوپشیل بر د سر جھکائے	آفر سکی حسین سے داغ کھائے
کبھی کبھی تھی اس گرو کی کاکل	مگر رنگ سے دو جام لبر لبر	بلا انگیز آنکھیں جاو د آئینہ
وہ کھڑا مہر گرد کیسے تو نظر لائے	پلک کے پار ہون نہر جگ سے	جہاں مجموعہ ہوتی نظر سے
وہ سینہ تختہ بلور صاف	کہ گنج حسن پریشیا تھا کالا	عجب لذت کا تار گال پر تھا
غرض وہ تھا سراپا یار ناز	ریاض حسن کا سر و سرا فراز	

بادشاہ نے باغ باغ ہو کر طربا جشن کیا اور بیویوں کو بٹا کر فرمایا کہ اسکی لگن دیکھو ہر ایک نے لگن
 کھنڈی کھینچ کر اسکا نام تاج الملوک رکھ دیا اور کچھ انگلیوں پر گن گنا کر عرض کی کہ یہ باغ عالم بین
 گل تازہ ہوا اسکے نصیبوں میں دولت دنیوی بے اندازہ ہو صاحب ہمت اسطرح کا اب تک
 نہ کوئی ہوا ہونو گاتھیں ہو کہ ایسا شہریار ہو کہ عالم جنات بھی مطیع اور فرمانبردار ہو مگر ایک قباحت
 بھی اسکے ساتھ ہو جب بادشاہ کی اسپر نظر پڑے تو فوراً بادشاہ کی آنکھوں سے بینائی جاتی رہے
 بادشاہ نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہو کر آنکو تو نصرت کیا اور وزیر سے فرمایا کہ ایک محل میں تبادلات تمام ہاری
 گزرگاہ سے اسکی مان سمیت رکھو چنانچہ بموجب ارشاد کے وزیر عمل میں لایا چند سال کے بعد وہ ٹوٹا
 بلغ سلطنت کا کہاں ناز و نعمت سے پرورش پا کر ہوا علم و ہنر سے سرسبز ہوا ایک روز اسکو شکار
 کی خواہش ہوئی سوار ہو کر جنگل میں گیا اور ایک شکار کے پیچھے گھوڑا اٹھایا سچ ہو کہ ہونے والی
 بات بے ہوئے نہیں رہتی مصرعہ تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہو دھونا اتفاقاً بادشاہ بھی
 اسی دن شکار کو سوار ہوئے تھے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے اسی طرف کو آنکھیں مشہور ہو
 کہ کانے چوٹ کنوڈے بھیٹ جو میں شہزادے پر نگاہ پڑی دوہیں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی
 ارکان دولت نے شہزادے کو دیکھ کر بادشاہ کے نابینا ہونے کا سبب دریافت کیا حضرت نے
 فرمایا کہ لازم یون تھا کہ بیٹے کو دیکھ کر باپ کی آنکھیں روشن ہوں سو یہ طرفہ ماجرا ہو کہ برعکس ظہور
 میں آیا بس اب یہ ہتر ہو کہ اسکو میرے مالک محروس سے نکال دو اور اسکی مان کے واسطے خدمت
 جارد بکشی کی مقرر کر دیو فرما کے بادشاہ اٹھے پانچون تننگاہ کی طرف بھرا آیا اور اسے دس سے نکال دیا

دوسری داستان چارون بیٹوں کے جانے کی گل بکاؤلی کے واسطے

کہتے ہیں جب بڑے بڑے حکیم سیما خصلت اور بوعلی طبیعت آنکھوں کے علاج کے لیے بلاتے سب
 متفق ہو کر عرض کی کہ گل بکاؤلی کے ہوا کسی اور دار سے ممکن نہیں کہ بادشاہ شفا پائے اگر کسی
 صورت سے گل بکاؤلی پیدا ہو تو حضرت کیا بلکہ اندھا ماورزا بھی آنکھیں پائے یہ سنکر بادشاہ نے
 اپنے تمام ملک میں منادی بھرا دی کہ جو گل بکاؤلی پیدا کرے یا اسکی خبر لائے تو اسکو بہت
 انعام و اکرام دے کر نکال کر وہ اس طرح بادشاہ نے ایک مدت تک اسکے انتظار میں رہو کر
 حضرت یعقوب کی طرح اپنی آنکھوں کو سفید کیا اور اس غم میں ماتند حضرت ایوب کے آپ کو

گھلادیا ہر چند کہ خون جگر پیالیکن کسی طرف سے کچھ اُسکا سراغ نہ ملا ایک روز چاروں بیٹوں نے
 بادشاہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ سعادت مند وہی لڑکا ہو کہ جو ماں باپ کی خدمت
 بجالائے اور اگر سعی کوشش میں جان فے تو وہ سعادت دار میں پائے ہوئے ہیں امیدوار ہیں کہ
 ہمیں رخصت فرمائیے تو گل بکاؤلی کی تلاش میں نکلیں بادشاہ نے فرمایا کہ ایک تو آگے ہی میں
 اپنی آنکھیں کھو بیٹھا ہوں نوحہ بشم کو رو بیٹھا ہوں وہ داغ اب تک جگر سے نہیں گیا جو خیمہ چراغ
 ہیں انکو بر باد کس طرح ہونے دوں یہ صدمہ دیدہ و دانستہ دل پر لون شاہزادوں نے پھر کر
 عرض کی تب چاروں ناچار بادشاہ نے رخصت دی اور دیروں سے فرمایا کہ اسباب سفر کا جو
 چاہیے وہ ہمیا کرو چنانچہ انھوں نے بموجب حکم کے نقد و خیر و دوا ب خیمہ و شکر سے لیکر قبا کہ چاہیے
 تھا سو جو دکر دیا تب بادشاہ سے رخصت ہو کر شاہزادوں نے اپنا رستہ لیا شاہزادے منزل منزل
 جاتے تھے اتفاقاً تاج الملوک کہ جسکو باپ نے شہر بدر کیا تھا دشت آوارگی کو قدم پریشانی سے ناپتے
 تانپتے ان سے دو چار ہوا اور کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں اسے بادشاہ کے
 اندھے ہونے کا اور سب انکے سفر کا گل بکاؤلی کی تلاش کے واسطے تاج الملوک سے بیان کیا شاہزادوں
 نے دل میں کہا مصر علم کہ اُسٹہ بخت کو تو بھی اب آزمائش مصلحت نیک تو یہ ہو کہ میں بھی بھائیوں کے
 ہمراہ گل بکاؤلی کی جستجو کروں اور اپنے نزدیک کو محکم امتحان پر کسوں اس میں اگر دامن کو
 گل مراد سے بھرون تو فوالمرا د نہیں تو اس وسیلہ سے باپ کے ملک سے باہر نکلوں یہ دل میں ٹھان کر
 ایک سردار کے پاس کہ نام اُسکا سعید تھا گیا اور باوب تمام سلام کیا اُسکی نظر جو شاہزادے پر پڑی
 تو دیکھا کہ اُسکے گالوں کی جگہ خورشید کی روشنی کے ساتھ برابر ہی کر رہی ہو اور چاند سی پیشانی زلف
 شہرنگ کے پہلو میں ماہ تمام کی طرح جلوہ گری کر رہی ہو پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آنا ہو تاج الملوک
 نے عرض کیا کہ میں بیچارہ غریب مسافر ہوں اور بیکس کی شفتہ خاطر ہوں نہ کوئی غلجہ اور نہ کوئی غنجدی کہے
 نہ یا رہی کہ شرط یاری بجالائے نہ کوئی مددگار ہو کہ مدد گاری کرے سعید نے اُس یوسف ثانی کی
 شیریں زبانی سے محفوظ ہو کر بعد آرزو و خواہش اپنی رفاقت میں رکھا اور ہر روز اہل لطاف
 فرمایا وہ کرتا کہتے ہیں کہ شاہزادے ایک مدت کے بعد شہر فرود ہوا میں کہ تخت نشین وہاں کا
 رضوان شاہ تھا پو پچھے اور شام کے وقت دریا کے کنارے اس ارادے سے کہ چند روز یہاں

شہر میں خیمے ایتادہ کیے جب مسافر آفتاب ملک مغرب کی سیر کو گرم رفتار ہوا اور سیاح ماہتاب
 کے مشکلی گھوڑے پر سوار ہو کر مشرق کی طرف سے باگ اٹھا کر چلا تب چاروں شاہزائے اپنے اپنے
 سند باد رفتار پر سوار ہو کر بطریق سیر شہر میں آئے اور داد دھڑ دھڑ گشت کرنے لگے اس میں ایک محل
 منقش اور مکلف کہ جسکے جا بجا دروازوں پر زرد وری کے پردے پڑے ہوئے تھے نظر آیا وہاں کے
 باشندوں میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مکان عالیشان کس کا ہوا سنئے جواب دیا کہ اسکی مالک لبرکھا سیوا
 ہو شہزادوں نے کہا اے انداکہ یہ محل بادشاہی اسے کہاں سے پایا وہ شخص پھر کہنے لگا کہ یہ زمی اپنی ماں
 میں لیتا ہوا اور ملاحات میں ہمیشہ ہر شہرہ آفاق اپنے کام میں طاق و عنائی اور زیبائی میں نہایت
 دلجو خوبی اور دلربائی میں بغایت خوب و چشم خورشید مدام اس کے شمع جہاں پر پروانہ کی طرح شیدا اور پھر کاہتا
 دوام اس کے مکھڑے پر فردا بیات کسی نے راہ میں اسکی اگر قدم مارا تو اپنی عقل کی فہرست پر قلم مارا
 اسی نے تج ویا ناموس و تنگ کو اپنے پیکر جسے ذرہ بھی خواہش میں اسکی دم مارا صاحبان مباحثت
 کے واسطے ایک تقارہ مع جواب اسے اپنے دروازے پر رکھا ہو جو کوئی اسے جا کر بجائے وہ عیار زمانہ
 کی گھر میں اسے بلائے اور لاکھ روپے لے تب ایک بار اس سے ملے شہزائے کہ اپنے مالک دولت پر
 نہایت مغرور تھے نشہ باد و نہجوت سے چور تھے نشان بہت اس کے میدان شوق ملاقات میں بلند کر کے
 دروازے پر گئے اور جاتے ہی بے تحاشا تقارہ بجا دیا سنئے ہی اس مکارہ دوران نے دل میں کہا کہ
 الحمد للہ مدت مدید کے بعد کسی ایسے نیکیخت نے میرے گھر کا قصد کیا چاہیے کہ میرے حجرے کو روشن
 کرے اور ایسے موٹے تازے شکار نے میرے جال میں آنے کا ارادہ کیا اغلب ہو کہ دام میں پھنسے
 پھرک پھرک کر مرے نقل مشہور ہو کہ یہ طالب فہم اسی تر و دین رہتا ہو کہ کوئی عقل کا انحصار کاٹھکا
 پورا ملے سو خدا نے دیے ہی شخص مجید بے جھٹ پٹ بناؤ سنگھار کر کے زیور مرصع لعل موتی ہیرا
 زمر و جابجا پنکڑ بڑی آن بان سے بن ٹھن کر شیشی اس میں یہ بھی آپہنچے چند قدم استقبال کر کے
 ہر ایک کو سونے کی کرسی پر بٹھایا اتنے میں کچھ بات گئی کہ ساقیان گلفدا خشک شراب اور ساغر زنگار
 لیے حضور میں آئے اور جام کو گرد و شہن میں لائے اسی طرح آدمی مات گئی تب اس عیار نے کہا کہ اگر
 اجازت ہو تو تھوڑے نزدیک آؤں باقی رات اس شغل میں بسر ہو کہ سحر ہو شاہزادوں نے کہا اے گداؤ اس
 کیا بہتر کارہ نے ایک بلی کے سر چھاپ رکھا اور لاکھ روپیہ کی بازی ہار کر کیلئے لگی لکھنے والے نے

یوں لکھا ہو کہ شاہزادوں نے اُس آدمی رات کے عرصہ میں بچاؤ لاکھ روپے ہارے اس میں
 خورشید جہان گرد مردی تختہ پر بنو دار ہوا اور یہیں چہرہ ماہ اپنے گھر گیا اس مکر ہائی نے بھی بساط بازی
 پسٹی شہزادے اپنے مکانوں کو گئے دوسرے روز جب آفتاب سیاہون کی طرح مغرب کی منزل میں پہنچا
 اور ماہتاب بادشاہوں کی صورت سپاہ انجم کو لیے تخت فیروزہ رنگ پر رونق بخش ہوا شاہزادے
 اُسی آن بان سے اُسکے مکان میں آئے اور بدستور سونے کی چوکیوں پر اجلاس فرمایا اور قازندیان
 خدمت میں آکر حاضر ہوئیں اور طرح طرح کا کھانا سونے چاندی کے خوانوں میں لاکر دسترخوانوں میں
 چُن دیا بعد تناول طعام تختہ نرد منگو کر دس لاکھ روپے کی بازی بدکر کھیلنے لگے عرض اُس رات
 کو سب مال و متاع نقد و جنس ہاتھی گھوڑے اونٹ وغیرہ جس قدر رکھتے تھے ہار گئے تب اُس
 سکارہ نے بازی سے ہاتھ کھینچ کر کہا اے جوانو تمہارا سرمایہ آخر ہو چکا اب بساط بازی پسٹو اپنے
 گھر کی راہ لو شاہزادوں نے کہا کہ اُمکی بارہم ز طالع کو ترازوے امتحان میں تولیں اگر ہمارے
 بخت کا پلہ جھکے تو اپنی ہاری ہوئی سب نقد و جنس کہ گروہ میں تو نے باندھی ہو کھول لیں
 نہیں تو ہم چاروں تیری فرمانبرداری میں غلام ہو کر رہیں کچھ نہ بولیں جب یہ قول و قرار
 ٹھہرا تب اُس اُچھال چھکانے طرفۃ العین میں وہ بھی بازی جیت لی اور بہت اسباب
 نقد و جنس اُنکا اپنی سرکار میں داخل کیا اُنکو قیدیوں کے سلسلے میں کہ ویسے سیکڑوں تھے
 بھیج دیا اور سپاہ اور رفیق اُنکے گل خزان دیدہ کے تپوں کی طرح درہم برہم ہو گئے تاج الملوک نے
 دل سے مصلحت کی کہ اب کچھ ایسی حکمت کیا چاہیے جو انکی خلاصی کا سبب ہو جسے جو یہ کام نمایاں ہو
 تو دنیا میں نام ہو آخرت میں اجر فراوان ہو یہ دل میں سوچ کر شہر میں آ ایک امیر کے دربار
 پر جا کر دربانوں سے کہا مسافر ہوں بے خانان کسی امیر کو ڈھونڈھتا ہوں تمہارے صاحب کے
 اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ شکر آیا ہوں اگر بندے کو اپنی بندگی میں لیں اور
 بندہ نوازی فرمائیں بدل و جان خدمت بجا لاؤں انہیں سے ایک نے جا کر امیر کی خدمت میں
 شہزادے کی کیفیت عرض کی فرمایا اُسے حاضر کر دو وہ لے گیا امیر نے اُسکے مُٹھہ کو دیکھ کر کہا اے کسی کیا
 آفتاب چوتھے آسان سے انسان کے قالب میں آیا یا کوئی غلامان بہشت برین سے شعر
 پیشانی نازنین پہ اُسکی چمکے نگا ستارہ بلندی بد غرض کہ امیر نے اُسکو اپنی خدمت میں سرفراز کیا

تیسری داستان تاج الملوک کے تختہ نرد کھیلنے کی دلبر لکھا بلیسا سے اور حنین
مین تمام مال و اسباب کے تصویر تاج الملوک اور دلبر بلیسا اور تختہ نرد کھیلنے کی



جب تاج الملوک کو امیر کی خدمت میں کسی جینے گزرے اور اسے اپنی وجہ مقرر سے کچھ روپے
جمع کیے ایک روز اس کی خدمت میں عرض کی کہ ایک فدوی کے آشناؤں میں سے اس شہر میں تازہ وارد
ہو اگر حکم ہو تو ہر روز چار گھڑی کے واسطے اسکے پاس جایا کروں دل بھلایا کروں امیر نے کہا بہتر
پس شہزادہ ہر روز تختہ نرد کھیلنے والوں کے پاس جا بیٹھتا اور کھیلتا جب اسکے قانون دریافت
کر لیے اور ہر ایک سے بازی ہاتھ آنے لگی یہ تجویز کیا اب اس عارنی سے فیصلے اور اپنے مبالغہ کے قرعہ
کو تختہ امتحان پر بھینک کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہو پھر تو
ایک روز شاہزادہ اسکے دروازہ پر گیا دیکھا کہ ایک بڑھیا اندر سے باہر آتی ہو کسی سے پوچھا یہ کون
ہو اس نے کہا بیان کی ہی مدار المہام ہو بے شہورہ اسکے وہ کچھ کام نہیں کرتی جو تاج الملوک نے دل سے
کہا کہ اب کچھ نکر پھیلا یا چاہیے دام محبت میں اسکو لایا چاہیے اسکے ہاتھ میرا کانٹہ نکالے تو نکلے اس دن تو
شاہزادہ چلا آیا پھر ایک روز وہی بڑھیا اسکو دکھائی دی سلام کیا اور پانچوں پر سر رکھ کر بے اختیار

رونے لگا بڑھیا نے پوچھا تو کون ہو اور کہاں آیا مگر دیوانہ ہو یا مظلوم کہ اس طرح پھوٹ پھوٹ کر رہتا ہو
 شہزادے نے کہا اسی بات کیا مجھے پوچھتے ہو میں ہوں کہاں مضطرب دنیا میں کوئی مجھادھونڈھو تو
 پاؤ کمرہ آتش سے عجم کی میرا سینہ جلا بھنا ہو بہ دو دن کی زندگی گانی مجھ پر عجب بلا ہو کہ گردش سے آسمان
 کی کیا کیا ستم ہو مجھ پر سایہ بغیر اپنا سا تھی نہیں نہ رہبر نہ اسو ما مسافر ہوں بے سرو پا اس شہر گیلانے
 میں نہ کوئی یار نہ آشنا بجز باری تعالیٰ کی ذات کے نہ اپنا کوئی پشت پناہ نہ کسی کا آسرا پورب دیں
 میں میرا وطن ہو ایک میری دادی تھی وہ بھی قصائے اکی سے کئی برس ہوئے کہ اس عالم فنا سے
 ملک بقا کو کوچ کر گئی اُسکے تمام آثار تجھ میں پائے اس واسطے بعد آرزو تیری پا بوسی کی اگر میرے
 حال زار کو انطاف کی نظر سے آؤ دیکھئے اور اس عاجز کی غریبی اور بیکی پر رحم فرمائے تو میں تیرا
 ہو کر رہوں اور دادی کی جگہ تجھ کو تصور کروں بیت نھر سے اپنی جو کرتے ہیں خاک کو اسیر نہ
 کبھی تو گو غنہ چشم اسطراف کر میں تشدد ایسی چکنی چٹری باتیں کہیں کہ اس پیر زل کا دل پھسل گیا
 بلکہ شعلہ آواز سے موم کے مانند دل پھسل گیا بولی اس جوان میرا بھی اس جہان میں اپنا کوئی نہیں ہا
 آج سے میں تیری دادی تو میرا پوتا پھر تاج الملوک نے کہا دادی صاحب کئی روز سے میں ایک جگہ
 نوکر ہوں اُسکی فرمانبرداری لازمی ہو ہر روز تھاری قدیم بوسی کے واسطے نہ پہنچ سکتا کبھی بھی
 بڑھیا نے کہا بیٹا کیا مضائقہ ہو اگر چہ شاہزادے نے ہر روز کے آنے کا وعدہ کیا لیکن اُس غنچہ کے گھر
 روز جاتا اور چا پلوسی اور تعلق کی باتیں بناتا آخر شرف رفتہ رفتہ اُسکا حرم راز ہوا اسی طرح سے کچھ
 روز گزرے ایک دن شہزادہ کچھ روپے اُسکے پاس لے گیا اور کہا دادی صاحب یہ روپے کچھ چھوڑ
 اگر کسی کام میں درکار ہوں تو خرچ کر دو وہ بولی بیٹا میں تیرے روپے لیکر کیا کرونگی خدا کا دیا میرے
 گھر سب کچھ ہو کسی چیز کی کمی نہیں اگر تجھے کسی کام کے لیے درکار ہو تو یہ نقد و بخش تیرا ہے وسوس
 اپنے تصرف میں لا شکر کھانے کے لیے یہ زر ہو اور نور بصرہ رکھنے کے لیے تو سنگ وزر یکساں ہو
 غرض شاہزادے نے جب اُسکو اپنے حال پر مہربان پایا ایک روز دھرا دھرا کا ذکر کر کے لگا لگا کر
 دادی صاحبہ کو کچھ معلوم ہو کہ جو کوئی اس عیار نبی کے ساتھ تختہ نرد کھیلتا ہو اس سے بازی نہیں
 پاتا اُسے جواب دیا بیٹا یہ راز بہت نازک ہو خبردار ہرگز کسی سے نہ کیو ایسا نہ ہو کہ یہ بات طشت زبام
 افتادہ ہو اور اسکی بھنگ اُس خام پارہ کے کان میں پڑے جو میرے زوال کا باعث ہو شہزادے نے

کہا استغفر اللہ یہ کیا بات ہو بڑھیا بولی کہ اُس نے ایک بلی اور چوہے کو پرورش کر کے یکساں یا ہی کو بلی
 کے سر پر چراغ رکھے تو وہ لیے رہے اور چوہا چراغ کے سایہ میں بیٹھا رہے جب اُس کے خاطر خواہ پانسانہ پڑے
 تب بلی چراغ کو ہلا کر کے نزدون پر سایہ کرے اور چوہا پانسانہ اُس کے حسبِ لخواہ اولٹ لے پس جو کوئی اُس سے
 کھیلنے آتا ہو وہ یہ چارہ بازی ہار جاتا ہو اور یہ بلی چوہے کی مدد سے بازی جیت لیتی ہو لیکن کسی کھلاڑی پر یہ
 بھید آج تک نہیں کھلا اور جو کوئی اس ارادے پر آیا اُس نے دلغِ ندامت کا اپنی پیشانی پر کھایا تاج الملوک
 جب یہ بات دریافت کر چکا بازار میں گیا اور نپولے کا بچہ مول لیکر اسے استین میں رکھ کر یہ سکھانے لگا
 کہ جو میں وہ چٹکی کی آواز پائے وہ میں کچھ پلنگ کی طرح استین سے کود کر باہر آئے تب اس طرح سیکھ سکھا کہ
 وہ طاق ہوا تب ایک روز شہزادے نے بڑھیا سے یہ کمر بھیلایا کہ میں اب اس نوکر لڑکی سے اُداس ہوا ہوں
 اگر تو ہزار روپے میری مدد کرے تو تجارت کروں بڑھیا نے کوٹھری میں لے جا کر کہا کہ دیکھ بیٹا یہ سب
 بروپیہ حاضر ہیں جتنا جی چاہے اتنا لے تب شاہزادہ ہزار روپے اُس سے لیکر امیر کی خدمت میں گیا
 اور عرض کیا کہ میرے آشناؤں میں سے ایک شخص کا آج بیاہ ہو اگر سرکار سے ایک خلعت فردوسی کو
 بہرِ محبت ہو تو اُس مجلس میں جائے ہمشئون میں عزت پائے امیر نے اپنا ملبوس خاص شہزادے کو عنایت
 کیا اور فرمایا گھوڑوں میں سے بھی جو تیرے پسند ہوئے جانبِ تاج الملوک حضور کے خاصے پر سوار ہو کر اُس
 بیوا کے دروازے پر گیا اور گھوڑے سے اتر کر میا کا نہ قدم اندر رکھا اس سلیست سے اسے دیکھ کر اُس کے
 منہ کا رنگ اُڑ گیا گھبرائی استقبال کے لیے دوڑی آئی شاہزادے نے کہا کہ تو ایک مدت سے اس شہر میں
 مسافروں کی دمساز رہتی ہو اور عاشقِ فراجون کی ہمارا رہتی ہو اور میں کہ اس شہر کے والی کا خوشن
 کبھی مجھے رجوع نہیں ہوتی بہر حال لاکچھ تھنہ یا روں کے بھی نذر کر اسے شاہزادہ کو باغِ از تمام جڑاؤ کرسی پر بٹھایا
 اور آپ ہلکے پیچھے بیٹھی اس میں شاطر فلک کج باز نے آفتاب کی شہری نرد کو مغرب کے گھر میں چھپایا اور قد قدام
 کی روپائی گوٹوں کو تختِ طلوع پر بٹھایا شہزادے نے کہا میں نے سنا ہے کہ تجھ کو تختہ نرد کھیلنے سے بڑا شوق ہے کہ
 ایک بازی کھیلیں اس مکر ہانی نے پہلے تو انکار کیا آخر شہزادے کے کہنے سے تختہ نرد منگو کر بدستور قدیم
 بلی کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھ روپے کی بازی بد کر پانسانہ پھینک یا پہلی بازی تو شہزادے نے جان بوجھ
 کے ہار دی اور اُس نے بلی چوہے کی مدد سے جیت لی پھر دوسری بازی رکھ کر کھیلنے بیٹھے جو ایک پانسانہ اُس کے
 خاطر خواہ نہ پڑا وہیں بلی نے سر ہلایا جوہے نے چاہا کہ پانسانے کو اُلٹ لے تاج الملوک نے چٹکی بجائی نیولا

کچھ پلنگ کی طرح جست کر کے آستین سے باہر نکلا چوہا تو اُسکی صورت دیکھتے ہی کانور ہو گیا اور بلی پر بھی
 دہشت غالب ہوئی چراغ سر سے پھینک کر ہوا ہوئی شاہزادے نے برہم ہو کر کہا کہ اے عیارانی تو نے کیا
 بھگل نکالا ہو باوجودیکہ تیرے گھر کو ہر شب چراغ تک ہیں ایک شمع دان بھی نہیں رکھتی وہ اس گفتگو سے نہایت
 خجل ہوئی غیرت سے پسینے پسینے ہوئی اسی وقت جڑاوشمعدان منگوا کر رکھا اور دونوں پھر اُسی کام میں مشغول
 ہوئے کہنے والے نے یوں کہا کہ شاہزادے نے اُس رات میں سات کروڑ روپے جیتے اتنے میں صبح صادق
 ہوئی تاج الملوک نے کہا کہ اب حضرت جہان پناہ کے ناشتے کا وقت غنقریب آ پہنچا ہے اگر میں اسوقت
 حضور اعلیٰ میں حاضر ہوں گا تو موجب قباحت کا ہو گا یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپے شام کے وعدے پر
 اُسکے پاس چھوڑ کر امیر کی خدمت میں آکر حاضر ہوا شام کے انتظار میں تمام دن جون توں کا ماسوج
 کے ڈوبتے ہی سچ سچا کے ایک ایسے گھوڑے با درقار پر کہ جسکی جلدی کے رشک سے باد صبا بھی ہر دم سر
 بھرتی تھی سوار ہو کر اُسکے گھر پر پہنچا یہ خبر سنکر اُسے چند قدم چارنا چار استقبال کیا اور شاہزادے کو بتوا
 کر سی پرلا کر بٹھایا کھانا کھانے کے بعد کروڑ روپے کی بازی بدر کھیلنے لگے کہتے ہیں کہ اُس کھلاڑن نے
 آدھی رات کے عرصہ میں قریب سو کروڑ کے جو اُسکے نقد خزانہ میں تھے ہار دیے تب شہزادہ ہوشیار
 کرنے لگی آخر اناٹ البیت کی نوبت پہنچی وہ بھی تاج الملوک کے ہاتھوں ہاتھ لگا بھڑاسنے کہا اب تو
 حیرے پاس کچھ باقی نہیں رہا اتنی رات کس شغل سے کٹے گی اب پورب بچھم کے شہزادے تو نے قید کیے
 ہیں اُن پر بھی ایک بازی کھیل اگر تو جیتے تو لاکھ روپے دون میں تو انکو بھی لے کون اور چاہوں سو کروڑ
 اسبات پردہ راضی ہوئی پلک مارتے ہی شہزادے نے وہ بھی بازی جیت لی تب وہ بولی کہ میری جوان
 جوان بخت ایک بار اور میں اپنا نصیب آزماؤں اگرچہ یہ بازی میرے ہاتھ آئے تو اپنی سب
 جنس ہاری ہوئی تجھے پھر لون نہیں تو تیری لونڈی ہو کر رہوں شہزادے کے طالع کا ستارہ آسان
 ترقی پر چمک رہا تھا بات کی بات میں وہ بھی بازی جیت لی تب وہ سروقداٹھ کھڑی ہوئی اور
 ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ اے جوان خدا کی مدد سے تو نے مجھے اپنی لونڈیوں میں ملایا غرض کہ جس شکار کے
 واسطے روئے زمین کے بادشاہوں نے تمام عمر صرف کی بخت بلند کی مدد سے اُسکو تو نے ہاتھوں ہاتھ
 پکڑ لیا اب یہ تیرا گھر ہو چکا اپنے نکاح میں لا اور باقی عمر دولت و حشمت کے ساتھ بسیر تاج الملوک
 نے کہا کہ یہ مجھے نہو سکے گا مجھے ایک بڑی ہم دیش ہو اگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں اُسپر

فتحیاب ہونگا تو البتہ تو بھی کامیاب ہوگی اب تجھے لازم ہو کہ بارہ برس تک میرے ہتھار میں
 نیک بختی کا لباس پہن کر حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے اور اپنے کسب سے ہاتھ اٹھائے اُسے کہا
 اے بوستان سرداری کے نو مال اب تک تیرے گلشن جوانی کا خشک و فانی نہیں بھولا اور بہار شباب کے
 چمنوں پر صرصر ہیری کا جھونکا بھی نہیں لگا لیا لازم ہو کہ جو تو سفر کر کے آتشکدہ محنت میں عمداً آپ کو
 گرائے اور آتش سرگردانی قصر شادمانی میں قصد لگائے مجھ کو بھی اس کیفیت سے مطلع کر کہ میں بھی
 تیرے ساتھ جب تک میرے قالب میں جان رہے اور وہ ہم سر نہو سہی اور تردد کروں کہ اب مجھ کو
 تیرے بغیر بے گھر بند بچانہ ہو سیتا اسی سچی گھر بغیر از یار کے زمان ہو نہ ہر در و دیوار پر لکھ دیجیے
 اس بات کو کہ جب اُس علامہ نے اس راز سرستہ کے کھولنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تب
 شاہزادے نے کہا کہ سن میرا نام تاج الملوک ہو اور زمین الملوک شرقستان کے بادشاہ کا بیٹا ہوں
 تنہا کار میرے باپ کی آنکھیں جاتی رہیں حکیموں اور طبیبوں نے بالاتفاق گل بکاؤلی کے سوا اور
 کچھ دوا تجویز نہ کی اُسی روز سے میرے چار بھائی جو چند روز سے تیری قید میں ہیں گل مذکور کی تلاش
 کو نکلے ہیں میں بھی خفیہ اُنکے ساتھ تھا وہ تو تیرے مکر و فریب کے دام میں پھنس گئے میں سیکڑوں جیلوں سے
 تجھ تک پہنچا اور غالب ہو اب اُسی کی تلاش میں جاتا ہوں اگر گل مقصود میرے ہاتھ آیا تو آیا نہیں تو
 اُسکے پیچھے جان لے کہ میں نے اپنی جان سے ہاتھ اٹھایا اُسے کہا اے شہزادے یہ کیا خیال باطل تیرے
 دل میں سمایا اور اندیشہ فاسد تیرے جی میں آیا درے کو کیا مجال کہ آپ کو آفتاب کی منزل تک
 پہنچائے پرندے کی کیا طاقت کہ آپ کو بہر دم صبا بنائے سن بکاؤلی پر یوں کے بادشاہ کی بیٹی ہو
 اُسکے باغ میں وہ گل ہو اُسکی چار دیواری کو آفتاب بھی نظر اٹھا کے نہیں دیکھ سکتا ہر ہزار دن دیو
 اُسکی نگہبانی کے واسطے چاروں طرف مستعد رہتے ہیں کسی ذی روح کو طاقت نہیں کہ بے اجازت
 اُنکے وہاں تک پہنچے اور ہتھیار پر یان پاسانی کے لیے ہوا پر مقرر ہیں کہ کوئی پرندہ پرندہ مارے
 اُسکے سوا زمین پر سانپ بچھو لا انتہا اٹھ ہر چو کی دیتے ہیں کہ کوئی شخص اُس راہ سے بھی اُسکے
 پاس نہ پہنچ سکے اور مذہب کے بچے جو ہوں کا بادشاہ ہزار دن چہ ہوں کے ساتھ رات دن
 خبرداری کرتا ہو کہ سڑنگ کی راہ سے بھی کسی کی رسائی نہو سچ تو یہ ہو چوٹی چاہے کہ نیگہی ہوئی کسی
 حیلہ سے اُس تک پہنچے ممکن نہیں ہوا و شاہزادے تو اس خرابی میں نہ مارا گرفتار نہو قرآن شریف میں

آیا ہو کہ نہ ڈالو تم اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف اور شیخ سعدی شیرازی نے بھی فرمایا ہر جہا ترجمہ یہ ہست
 کوئی درتا نہیں ہر بن آئے نہ لیک تو منہ میں از دہے کے نہ جاؤ شہزادے نے کہا فی الحقیقت یہی بات ہر
 مگر حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے خلیل اللہ پر آگ کو گلزار کروا دیا تھا اگر میں عاشق ثابت قدم ہوں
 اور میرے عشق کا جذبہ صادق ہو تو البتہ شاہد مراد کے دامن تک میرا دسترس ہو گا کیا کر سکے ہو
 دشمن جو دوست مہربان ہو نہ تو میرے چھوٹے سے قدر بچا اگرچہ نبی آدم قوت میں دیو سے کمتر ہیں
 لیکن فہم و فراست میں زیادہ تر ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ ہر آئینہ بزرگی دی ہو میں نے آدم کو

حکایت برہن اور شیر کی



آہ تو نے سنا ہو یا نہیں کہ کسی جنگل میں ایک روز برہن کا گزر ہوا کیا دیکھتا ہو کہ ایک شیر موٹی رسی سے
 جکڑا ہوا پتھرے میں بند ہو وہ اسکو دیکھ کر نہایت غریبی سے گڑ گڑانے لگا کہ ای دیو تا اگر تو میرے اس
 حال زار پر رحم کراؤ اس تیرے مجھو سجات نے تو اس جان بخشی کے عوض ایکٹ ایکٹن ہیں بھی
 تیرے کام آؤں گا برہن سادہ لوح کا دل شیر کی بلیانے پر بھڑایا مگر عقل کے اندھے کو یہ نہ سوجھا کہ دشمن
 ہو اسکی بات کا اعتبار نہ کیا چاہیے بے تامل نفس کا دروازہ کھول کر اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیے بند سے

خلاص ہوتے ہی اُس خوشخوار نے اُس کو تہ اندیش کو گردن سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور وہاں سے چل نکلا سیت نیکی کرنی بدوں سے ایسی ہو جیسی نیکوں سے کی بدی تو نے نہ برہمن نے کہا اس شیر زمین نے تجھے بھلائی کی نیکی کی امید پر اور تو ارادہ بدی کا رکھتا ہو صرغ میں نیکی سے گذرا بدی بھی نہ کر نہ شیر بولا کہ ہمارے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہو اگر میرے کہنا کا اعتبار ہو تو بھل کسی دوسرے سے بچو اور وہ جو وہ کہے صحیح اس بات پر وہ گو برکنیش راضی ہوا اُس نگل میں بڑا بڑا بگڑ کا درخت تھا شیر اور برہمن اُسکے نیچے گئے شیر نے اپنی درخواست اُس سے ظاہر کی اُس نے اُسکے جواب میں کہا شیر سچ کہتا ہو اس وقت میں نیکی کا بدلہ بدی کے سوا اور کچھ نہیں دی برہمن سُن کر میں برسر راہ ایک پاؤں سے کھڑا ہوں اور سب چھوٹے بڑے مسافروں پر سایہ کرتا ہوں لیکن جو مسافر گرمی کا مارا ہو امیرے سایہ میں آکر دم لیتا ہو بیٹھ کر ہوا کھاتا ہو وہ چلتے وقت اپنے سر پر سایہ کرنے کو میری ڈالی توڑ کر لے جاتا ہو کوئی میری شاخ کی لاشی بنا تا ہو کہ بھلائی کا عوض بُرائی ہو یا نہیں شیر نے کہا کہ اب دیتا کیا کہتے ہو اُس نے کہا کسی اور سے بھی پوچھ شیر نے چند قدم آگے جا کر راستے سے اس بات کو پوچھا اُس نے کہا شیر سچا ہو سنو مشرعی مسافر مجھے بھول کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہو جب میں اُسے ملتا ہوں تب وہ بآرام تمام اپنی منزل مقصود کو پوچھتا ہو لیکن اُسکے بدلے وہ میری چھاتی پر پیشاب کرتا ہو جاضرور بھی پھرتا ہو برہمن بولا تیرے سے اور بھی دریافت کر پھر جو تیری رضا مندی ہو وہ بہتر ہو شیر لگے بڑھا سامنے سے ایک گیڈر ٹیلے پر بیٹھا نظر آیا اُس نے ارادہ بھاگنے کا کیا شیر لگا راکہ اسی گیڈر تو کچھ اندیشہ نہ کر ہم ایک بات تیرے پاس پوچھنے آتے ہیں تب وہ بولا کہ حضرت کو جو کچھ ارشاد کرنا ہو دوسرے فرمائیے کہ خود بدولت کے رعب سے اس عاجز کا طائر ہوش و حواس اڑا جاتا ہو شیر نے کہا کہ اس برہمن نے مجھے نیکی کی اور میں اس سے ارادہ بدی کا رکھتا ہوں تو کہہ اس مقدمہ میں کیا کہتا ہو گیڈر نے عرض کی یہ بات جو آپ ارشاد کرتے ہیں اس خاکسار کے خیال میں نہیں آتی آدمی کی کیا مجال جو قوی سبیل جانوروں کے شاہنشاہ سے کہ جسکے روبرو انسان پشہ سے بدتر ہو کچھ نیکی کر سکے محکوبات کا ہرگز اعتماد نہیں آتا جب تک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں شیر نے کہا اہم دکھاؤ میں پھر شیر برہمن کو لیے آگے آگے اور گیڈر آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے روانہ ہوا ایک آن میں پتھر کے پاس مینوں

آکر پہنچے برہمن نے کہا اے گیدڑ شیر اسی پنجرہ میں بند تھا میں نے خلاص کیا کہ تیرا کیا قوسی ہو
 گیدڑ بولا کہ اتنا بڑا شیر اس چھوٹے سے پنجرے میں کیونکر تھا اب میرے روبرو پھر اس میں جائے
 اور جس طرح اسکے ہاتھ پاؤں بندھے تھے اسی صورت سے باندھ کے پھر تو کھولے تو میں جانوں شیر
 اندر گیا اور برہمن اسکے ہاتھ پاؤں باندھنے لگا گیدڑ نے کہا اگر آگے سے اسکے باندھنے میں کچھ بھی
 فرق کریگا تو ہاشد میں ہرگز اس بات کا جواب نہ دے سکو نگا اُس نے گیدڑ کے کہنے سے شیر کو خوب
 مضبوط باندھا اور پنجرہ کا دروازہ بند کر کے کہا اے گیدڑ دیکھ اس طرح یہ گرفتار تھا جو میں نے
 کھولا گیدڑ بولا پھر پڑین تیری عقل پر اے نادان ایسے دشمن قوسی سے نیکی کرنی اپنے پاؤں میں
 لکھاڑی ماری ہو تجھے کیا ضرور کہ دشمن کو قید سے چھڑائے جا اپنی راہ لے دشمن تیرا مغلوب ہوا
 آموغیر سچ ہو جو کوئی بیصبری اور فریاد اپنے نفس کی جو مثل شیر جسم کے پنجرہ میں بند ہوئے اور
 اسکے حال پر رحم کر کے صبر و توکل کی رستی اسکے ہاتھ پاؤں سے بجا با کھول دے تو بہر صورت آپکو
 اُس کا لقمہ بنائے مگر خضر رہنا کی دستگیری سے بچے تو بچے اے بیسویہ ذکر اسوہے میں نے کیا جو توجانے
 کہ طاقت جنمائی قوت روحانی پر زیادتی نہیں رکھتی اب تجھے یہ لازم ہو کہ پورب بچیم کے شاہزادوں
 کو جو تونے اپنے مکرو فریب سے قید کیا ہو چھوڑ دے حق تعالیٰ تجھ کو بھی دوزخ کی قید سے نجات یگا
 لیکن اپنے بھائیوں کے واسطے بہت تقید سے کہا کہ جب تک خدا مجھے بھریمان لائے انکی
 حفاظت قرار واقعی کیجیو یہ کلمہ رخصت چاہی تب اُس نے باجٹم خونبار یہ چند اشعار پڑھے اشعار

<p> نقد جان بیکسان کو چھوڑ کر تنہا بجا جانب ویرانہ ظالم اس قدر دوڑا بجا کلبہ احزان سے تو اے شادی دلہا بجا یوسف دوران یہ زمان ہو تو پھر آ بجا مان میری بات کو ظالم میں رہا بجا چھوڑ کر آنکو کہیں اے شمع نور افراسجا </p>	<p> آتش سوزان میں تو اے شمع بے پروا بجا تشنہ لب اے اربنسان اس صدمت کو چھوڑ کر چل رہی ہو چار سو باجوا دھ تیز و تند تو نہیں واقف ہو حیلہ سے زمانے کے ابھی حسین تو جاتا ہو وہ ہجر ناپید اکسار حشر میں پروانہ کو ظالم تو کیا دیگا جواب </p>
--	--

آموغیر تو نے معلوم کیا کہ یہ میں نے کیا کہا اس بات کا حال یہ ہو کہ داغ عرش منزل تیرا جو رونق بخش
 تخت بادشاہی کا اور دیکھنے والا مادے اور مجروح کا تھا جب اُسکی آنکھ اس خلقت ناپاک پر پڑی

اُسکی بصارت کو زنگ لگا اور دیدہ روشن تار یک ہو گیا اب اُسٹھ اور سرکہ بنیائی ڈھونڈ لھنی گل مراد
کی تلاش میں کوشش کر لیکن راہ میں نیا عیارہ کی بازی میں کہ تختہ فریب کا دھرا ہوا ہو مشغول نہونا
مبادا وہ فاحشہ پہلے تجھ کو فریفتہ کر کے بتائے اور بعد اُسکے مکر کی ہلی اور فریب کے چوہے کی مدد سے
اچھا پالنا اپنے حسب مرضی پھینکے اور اچانک تیرے توکل کا سرمایہ آخر ہو جائے تب تجھ کو دائم الجھس کر رکھے
اگر تو صبر کے نیوے کی اعانت سے اس مکارہ کی بازی طلمسم کو ماتم کرے تو وہ فاحشہ جو بادشاہوں
اور گردن کشوں کی ہنشیں ہو تیری فرمانبردار لونڈی ہو کر چاہے کہ تجھ کو اپنے حسنِ جمال پر بھجائے
بھر اگر تو اُسکے منہ پر اُلفت سے نگاہ نہ کرے تو یقیناً ہی کہ گل مراد کے داسن تک تیرا سترس ہو۔

چوتھی داستان تاج الملوک کے پوچنے کی بجائے کی سرزمین میں دیو کی مدد سے

راوی شیرین زبان یہ داستان یون بیان کرتا ہے کہ تاج الملوک نے شامیہ قلندر نے کیا اور چہرے پر
راکو مل پھر خدا کا نام لے کر چل نکلا بعد کئی روز کے ایک ایسے وادی پر خاریں کی جھکی انتہا نہ تھی
تاریکی سے ہرگز دن رات میں فرق معلوم نہ ہوتا تھا سپیدی اور سیاہی میں دراگبی امتیاز نہ کیا جاتا
تھا وہاں جا کے دار دہوا دراپنے دل کو دھارس دے کہنے لگا کہ اگر عزیز یہ پہلی ہی سحر مصیبت کی
لہر ہو تجھ کو تو ابھی سارا دریا کا دریا تیرا ہی ہمت کی برچست باندھ اور سمندر کے مانند آپ کو
آتشکدہ میں ڈال دیکھ تو خدا کیا کرتا ہے میت غواص کرے خون جو گھڑیا لون سے نہ تو ایک بھی
موتی نہ لگے ہاتھ اُسکے یہ سوچ کر آخرش اُس صحرائین جا نکلا جو قدم پڑتا تھا کانٹا گرتا تھا ہر گام پر
آہ و نالہ کرتا تھا غرض اُس دشت پر خاریں جو جاہلون کے دل سے تار یک تر تھا ورنہ دن کا
سکھن بڑھتا تھا اگر ایک دم وہاں آفتاب آئے تو اپنا نور کھو جائے ہر طرف اندھ ہے بھوکے پیاسے
منہ کھولے بڑے تھے گویا خالی گھروں کے دروازے چھانوں کے سوانہ کہیں دانہ پھینچوں کے سوا
نہ کوئی ایشاد مدت تک شاہراہ وہاں ہائیں چارون طرف دور تھا پھر جھڑیوں کی برگزدن
سے بدن چھل گیا ہر ایک عضو سے ہوشیاری لگا بدان تک کہ پھول سے تلوے اُسکے بول کے کاٹوں
سے جھد گئے کہتے ہیں کہ شاہراہ نے اسی مصیبت اور محنت اٹھا کر بارے اُس جنگل کو
طر کیا اور لاکھوں بچے شکر آبی کے بھانڈے لائے پھر اس سحیحہ صفا کو اپنے چاٹڑ سا بیٹھا
نظر آیا اور وہ سمجھا یہ پہاڑ جو جسارت نہ تھا وہاں رہتا تھا چھوٹا سا بچہ کہ چاند کو بلند کیا

ہمسرفلک ہو گیا اور مارے خوشی کے گرج کر بولا کہ تصدق جاؤں میں اپنے زرا کے اور قربان
ہوں اس خالق کے کہ جسے ایسا نعمہ لطیف محمد دیو کثیف کے واسطے مگر بیٹھے بھیجا یہ لکھ شہزادے
سے مخاطب ہو کر بولا کہ اس ایام جوانی میں تجھے کس نے عرس اجل کا شاق کیا اور علالت و ننگانی
کو تجھ پر شاق کیا جو تو شہر سیات کو چھوڑ کر پائے خواہش سے ویرانہ موت میں آیا شہزادہ اُسکی
ہسبت سے تھرا یا چہرے کا رنگ تپنگ سا دیکھا مٹھ پر ہوا نیاں چھوٹنے لگیں کہا اور دیو تو میرا
حال کیا پوچھتا ہے کہ زندگانی اس دُنیا سے فانی کی تجھ پر وبائی ہوئی ہے اگر مجھے اپنی جان عزیز
ہوتی تو میں ہرگز آپ کو موت کے پہنچے میں نہ ڈالتا اور تجھے خونخوار کے دام میں گرفتار نہ کرتا اب
مجلو زندگانی کی نصیحت سے چھڑا اور بلا توقف میرا نام تمام کر کہ ایک ساعت کی زینت تجھ پر بھیج
کی مشقت کے برابر ہے حسین کٹے غنئی سے تو ہو زینت خضر کی تھوڑی نہیں تو نیم نفس بھی بہت
ہے جینے کو نہ دیو کو اُسکی در و انگیز با توں پر رحم آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر
یہ بات زبان پر لایا کہ اے آدم زاد میں تجھے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ کروں گا اور سرو تصدیق
نہ دوں گا بلکہ اپنی پناہ میں رکھ کر جس مطلب کے واسطے نکلا ہو اُس میں کوشش اور مدد کروں گا
پس ہر روز بدشاہزادہ پر شفقت فرمادے کرتا اور بارہا دلاسا دیا کرتا تاج الملوک بھی نہیں تین
کر کے اُس سے شیر و شکر کے مانند مل گیا اور چالوسی اور تعلق سے اُسکو محبت کے شیشہ میں دتار
القصد ایک روز دیو نے نہر بان ہو کر کہا تیری غذا کیا ہے میں لاؤں تاج الملوک نے عرض
کی آدمیوں کی غذا شکر گھی مائدہ گوشت وغیرہ یہی چیزیں میں یہ سنتے ہی دیو اٹھ دُور اور ایسے
قافلہ پر پہونچا کہ جبکہ لوگ شکر اور گھی اور میاں دانتوں پر لادے ہوئے کھین لیے جاتے تھے وہ
لدے لدے اونٹ اٹھا کر شاہزادے کے آگے لے آیا کہا اپنی خورش لے اور اس میں سے کچھ کھا
تاج الملوک نے اونٹوں پر سے وہ سب کھا لیا اور اُنھیں خجل میں چھوڑ دیا پھر ہر روز اپنے کھانے
کے موافق کچھ کچی روٹی پکا کر کھانے لگا اسی طرح چند روز گزرے ایان شاہزادے نے کسی میں میدا
لے کر اُس میں شکر ملا کر بڑی بڑی پتھر کی چٹانوں پر ڈال کے ہاتھ پاؤں سے خوب روند کر گوندھا
پھر اودھار دھری سے سوکھی لکڑیاں جمع کر کے یہ بخنی روٹ سینک سانک تیار کیے اور ایک اونٹ
کے کباب بھی تیار کیے یہ دینے دینے دیکھ کر یوہا کہ آج تو نے کیوں اتنی تکلیف اٹھائی اور کوسلط

فضولی پر کمر باندھی تاج الملوک نے کہا یہ سب تمھارے لیے ہوتا کہ تم بھی ایک نوالہ آسمین سے
کھا کر آدمیوں کے کھانے کی لذت دریافت کرو دیونے ایکبارگی سب کا سب اٹھا کر منہ میں
ڈال لیا از بسکہ اس طرح کے کھانے کی اُسے کبھی لذت دیکھی تھی مارے خوشی کے اُچھل اچھل کر کھاتا
تھا اور بار بار شاہباش کمر تعریف کرتا تھا اور کہتا تھا اے آدمی زاد تو نے مجھے ایسی چیز کھلائی
کہ میرے باپ دادے نے بھی کبھی نہ کھائی ہوگی بلکہ آج تک کسی دیونے ایسے کھانے کی لذت
نہ پائی ہوگی اس روٹی کے ٹکڑے کا احسان میں ابد تک مانوں گا اور دل سے تیرا ممنون رہوں گا
شاہزادے نے جو اُسکی رغبت دیکھی تو ہر روز نئے قسم کی روٹی اور کباب تیار کر کے کھلاتا دیونے
محفوظ اور خوش ہوتا یہاں تک کہ ایک روز خود بخود کہنے لگا اے آدمی زاد تو ہر روز اس نعمت لذت
سے مجھے ایسا خرسند رکھتا ہو کہ اگر میرے بدن پر ہر روئین کی جگہ زبان پیدا ہوا اور ہر زبان
سے شکر تیرے احسان کا ادا کروں تو بھی نہو سکے لیکن اب تک تیرا کوئی کام میرے ہاتھ سے
نہیں نکلا اگر کچھ مطلب ہو تو بیان کر تاج الملوک نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے دیوؤں کا
مزاج اکثر جھوٹ کی طرف راغب ہوتا ہے اور اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اگر تم حضرت
سلیمان کی قسم کھاؤ تو میں اپنا راز تم سے ظاہر کروں تب دیو بولا کہ میں اس بزرگ قسم
سے ڈرتا ہوں خدا جانے کیا کہے اگر وہ مجھے نہو سکے تو مرنا پڑے آخر ش چارنا چار قسم
کھائی اور پوچھا کہو کیا مطلب ہو تاج الملوک نے کہا کہ ایک مدت سے مجھ کو ملک بکاؤلی کی
سیر کا سودا ہوا ہے اُس سرزمین میں پہونچا دے یہی میری آرزو ہے یہ بات سنتے ہی اُسے
ایک دم سر دینے سے کھینچا اور وہ ہتھ پائے سر پر مار کر سیوش ہو گیا بعد ایک مدت کے ہوش
میں جو آیا ہاے ہاے کرنے لگا اور ماتم زوون کی صورت بنا کر بولا اے آدمی زاد حق تعالیٰ
نے تیری اجل کا سرشتہ میرے ہاتھ میں نہ دیا بلکہ میری حیات کی باگ تیرے ہاتھ میں دی
سُن بکاؤلی پریون کے بادشاہ کی بیٹی ہو اٹھا رہزار دیو بلکہ اس سے بھی زیادہ اُسکے
باپ کے غلام میں وہ ہر طرف اُسکے ملک کی پاسبانی کرتے ہیں تو ایک طرف وہاں کے
خاص چوکیدار جو اُس ملک سے نزدیک ہیں انھوں نے بھی اُس شہر کی چار دیواری
کو نہ دیکھا ہوگا کسی دیحیات کی کیا طاقت بلکہ صرصر بھی اُن دیوؤں کی اجازت کے

بغیر جو برس روز کی راہ تک نگہبان ہیں ممکن نہیں کہ پہنچ سکے اور پریان بیشاردن رات
 نگہبانی میں مشغول ہیں کہ کوئی پرندہ اُس سرحد میں پرندہ مارے اور زمین کے نیچے چوہوں کا
 بادشاہ بے انتہا فوج سے اور سانپ بچھوڑن کا لشکر زمین پر محافظت کے واسطے مقرر ہو
 تاکہ کوئی سُرنگ لگا کر بھی نہ پہنچے بھلا پھر میں تجھے وہاں کیونکر پہنچاؤں اور جو نہ پہنچا
 تو یقین ہو کہ سبب اس قسم کے جان سے جاؤں اب تو ایک کام کر کہ آج پھر اسی طرح سے
 کھانا پکا دیکھ کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوا اور میری کوشش کے ہاتھوں کیا بن پڑے
 تاج الملوک نے وہی کیا جب کھانا دیونے طیارہ دیکھا چنگھاڑا فوراً شمال کی طرف سے
 ایک اور دیو پہاڑ سا پہنچا اور دونوں دست بوسی کر کے بیٹھ گئے پھر تاج الملوک پر
 دوسرے دیو کی نظر پڑی شاہزادے نے فی الحال جھک کر سلام کیا اُسکے سلام کرنے
 سے دیونے حیران ہو کر صا جخانہ سے پوچھا کہ اے بھائی یہ مقام تعجب کا ہے اب تک کسی
 نے نہ دیکھا نہ سنا ہو گا کہ دیو اور آدمی سے موافقت ہو اور دونوں ایک جگہ ہنشین
 رہیں اسکے بیان رہنے کا کیا باعث ہو دیونے کہا اے بھائی اس آدم زاد نے مجھ کو نہایت
 ممنون کیا ہے مجھے کسی طرح اس سے بدی کرنی منظور نہیں اور تجھ کو اسی واسطے بلایا ہے کہ تو بھی
 اسکے ہنر سے واقف ہو یہ لکھ صا جخانہ نے سامانِ جہان کا لامان کے آگے رکھا وہ دیو اُس
 لقمہ شیرین کو منہ میں ڈالتے ہی نہایت متلذذ ہو کر خوشی کے مارے ناچنے لگا آخر کھاپی کر
 مہمان نے کہا کہ کہو بھائی تم سے بھی آج تک اس آدمی کا کچھ کام ہوا یا نہیں گھر کے مالک
 نے جواب دیا کہ شخص ایسے کام کے واسطے تکلیف دیتا ہے کہ میرے حد امکان سے باہر اور
 سعی اور تردد کے احاطے سے خارج ہو اگر تو مرانی کرے تو شاید یہ کامیاب ہو پھر اُس نے
 پوچھا کہ یا اسی کون سی بات ہو جو تم اُس میں عاجز ہو میزبان نے کہا کہ اسکو سیر ملک بکاؤلی
 کی خواہش ہے مہمان بولے جو جان بوجھ کے پوچھے تو پھر خطا ہے سوال نہ صا جخانہ نے
 کہا کہ میں نے حضرت سلیمان کی قسم کھائی ہے مگر تو تو جہر کے اسکو شاہدِ مردار سے ملائے تو
 فی الحقیقت میری جان بخشی کرے القصد اُس دیو کی بہن حاملہ نام اٹھارہ ہزار دیو جو
 بکاؤلی کے ملک خاص کے چوکیدار تھے وہ اُنکی سردار تھی اسکو ایک خط اس مضمون کا

لکھا کہ امیر عزیز حلیہ اندون میں ایک سفرا سیلا در پیش ہوا کہ بغیر اس کے کسی صورت سے
 مجھے رہائی نہیں اور ایک مدت سے میں نے ایک آدمی کو جاے فرزند پرورش کیا ہو
 اب میرے جانے کے بعد گھر خالی رہے گا ہر صورت جاے خوف و خطر ہو اس واسطے
 اس نور دیدہ کو مختاری خدمت میں روانہ کیا گیا ہے کہ اس کے حال پر شفقت کی نظر رکھو
 کسی طرح سے یہ تصدیق نہ اٹھائے واسلام اور قاصد کے ہاتھ میں دیا پھر تاج الملوک
 کی طرف سٹھ پھیر کر اشارہ کیا کہ اس کے ساتھ جا میں نے تو کمند سعی اور ترو دا پنے بازو کے
 زور سے میدان مطلب میں پہنچا اگر تیرا چوگان جنت مدد کرے تو شاید اپنے مطلب کو پہونچے
 یہ لکھ قاصد کے بائیں ہاتھ پر بٹھا دیا اس نے داتے ہاتھ کا سایہ کیا اور راستہ پکڑا بہ خیریت تمام
 منزل مقصود میں جا پہونچا اور دور سے جالہ کو سلام کر کے شاہراہ کے کونامے سمیت حوالے
 کیا وہ دیکھ کر نہایت خوشی سے مانند غنچ کے کمال گئی بہت سہمی تھی نہ اپنے پیروں میں
 خوشی سے روح پھولے تھی بدن میں ہوا اثر عن قاصد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اگر
 بھائی مجھ کو گندھک کی کان بھیجنا یا انگوٹھی نصرت سینا کی تو میں اتنا خوش نہ ہوتی
 جیسا کہ اس کے آنے سے ہوئی اس کے بعد خط کا لٹافہ لکھ کر اس کے احوال دریافت کر کے
 جواب لکھا امیر بڑا درختو ایک دن سستی کی سیر کیا اتفاق ہوا تھا وہاں ایک بادشاہ
 کی بیٹی نہایت خوب صورت لاثانی میرے ہاتھ میں سنو ایٹنی کی طرح میں نے پرورش کیا
 محمود نام رکھا اب وہ چودہ برس کی ہو رہی ہے اس کے چاندی سی ہوئی کار ساز نے
 اس کا جوڑا اس قدر سے چھینا اس کے لئے یہ بات غلط داتا بن پڑی زیادہ شوق ملا تھا
 واسلام اور خدا دیکھے نامہ پر کو جھٹ کیا پھر وہ کوناج الملوک کے ساتھ بیاہ دیا
 امیر عزیز روشنی چشم ظاہر میں کی حالت بہ بدن میں ہو اور تجلی باری تعالیٰ کی کہ نور دیدہ
 اولیا ہو ستر ہزار پرستے میں ہو اگر یہ ارادہ ہو کہ وہ ہر دے در بیان سے اٹھیں
 تو پہلے اس بڑے گنہگار کو بوقتے نکالنا چاہیے جس سے آٹھ گنہگاروں میں کہ وہ
 عین اپنی کجروی چھڑکے محمود کہ تھا ہم میں ہوا چھوٹا گنہگار لیکن یہ بات یاد رکھو اگر
 دیو سے نہایت زیادہ ہے

کی گره ناخن تدبیر سے کھولون گی اور وہ ملک تجھے دکھاؤنگی خیر وہ رات جون تون گندری جب
 مہتاب چھپا اور آفتاب نکلا حالہ دونوں کو خواب گاہ سے باہر لائی اور اپنے دانے بائیں زائون پر بٹھا کر
 شفقت اور لطافت ماورائہ کرنے لگی محمود بھی سرقد اٹھکر آداب بچا لائی اور عرض کی ایا ما جان
 میں کچھ گزارش کیا چاہتی ہوں اگر قبول ہو تو کردن حالہ نے سر اٹھیں جو دم کر کہا کہ بے تکلف کو محمود بولی کہ
 یہ ملک بکاؤلی کے دیکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس طرح تم سے ہو سکے انکو وہاں پہونچاؤ حالہ نے چند و چند چیلہ اور
 غدر کیے آخر ش دیکھا لڑکی کسی طرح اسکا خیال نہیں چھوڑتی ناچار قبول کیا اور چوہون کے بادشاہ کو
 بلا کر فرمایا کہ اسی وقت یہاں سے بکاؤلی کے باغ تک سُرنگ کھود کر اس شہزادے کو کہ میری حیات
 کا سرمایہ ہو ابنی گردن پر سوار کر کے اُس باغ میں پہونچا لے خبردار سروسے اسیب نہ پہونچے ہرگز ابنی
 گردن سے نیچے نہ اوترنے دیجو اُسے بموجب حکم کے ویسا ہی کیا باغ میں پہونچ کر شاہزادے نے
 آہستہ آہستہ چاہا کہ اتر کر اس میں جو ہے نہ چھوڑا اور ارادہ پھرنے کا کیا تاج الملوک بولا کہ اگر
 تو مجھے اس باغ کی سیر کو جانے دے تو بہتر نہیں تو میں آپ کو ابھی ہلاک کرتا ہوں چاہا کہ اگر یہ اپنی
 جان پر کھیل جائے گا تو میں بھی حالہ کے ہاتھ سے نہ بچونگا ناچار جانے دیا تاج الملوک جا کر دیکھتا کیا ہو
 کہ سونے کی زمین پر زرخاں کی چار دیواری میں محل بدخشانی اور عقیق یمنی نیچے سے اوپر تک
 جڑے ہیں زمرہ کے چمنوں کے اُس پاس فیروزے کی نہرین گلاب سے معمور جنگو دیکھ کر خدائی نظر آئے
 جاری ہیں سجان اللہ کیا سہانا باغ ہو کہ دیکھنے والوں کے مُنہ پر جیسے چمن کی سیر سے شفقت پھولی
 ہوئی نظر آئے اور پھولوں کے رنگ کی سُرخ سے گل سرخ آفتاب کا شرمندگی کے مارے پسینے میں
 ڈوب جائے وہاں کے انگور کا خوشہ زمرہ پر دین عقدہ پر دین کارشک بڑھاتا ہو اور سنبل کا عالم
 ہر ایک زہرہ جبین کے گھونگر والے بالوں کو پیچ و تاب میں لاتا ہو اگر اُسکے گلزار کی شبنم کا ایک
 قطرہ سمندر میں پہونچے تو مچھلیوں میں گلاب کی بو آنے لگے جو وہاں کے پرندوں کی صدا آسمان
 کے کان میں پڑے تو پھرنے سے باز رہے اور اگر زہرہ سے توفی الفور وجد میں آکر ناچتی ہوئی
 مہتاب کی طرف سمت زمین پر گر پڑے معشوقوں کی فدا تون سے وہاں کے عناب رنگین تر
 اور سرگردانی میں قامت خوبان سے کہیں بہتر اُسکے ایوان کی شمع کا اگر درخ زرین فلکے دانہ
 ہو تو بجا ہو اور مہتاب اُسکی صفائی پر دیوانہ ہو تو رواں طرف تریہ کہ لعل کے درختوں میں

موتیوں کے کچھے ایسے درخشان ہیں جیسے خورشید کے شجر میں ستاروں کے خوشے آویزان گلاب کے
 جڑاؤ حوضوں پر زمرہ کی ڈالیاں ہوا سے جھک جھک گرین اور لطین گوہر شجر رخ کی ان میں تیرتی
 پھریں شہزادہ یہ رنگ دھنگ دیکھتا بھالتا قدم بڑھائے چلا جاتا تھا کہ ایک دالان صرف
 یاقوت کا اور اُسکے سامنے زبرجد کا اور بیچ میں اُنکے ایک حوض مرصع پاکیزہ گلاب سے بھرا ہوا
 اُسکے اطراف کے ناندون میں جو ابھر خوش آب کے گئے دیے ہوئے اور اُس میں ایک پھول
 نہایت لطیف و نازک خوشبودار کھلا ہوا نظر آتا تاج الملوک نے اپنے ذہن کی رسائی سے دریافت
 کیا کہ ہونو گل بکاؤلی یہی ہو فوراً کپڑے اتار کر حوض میں کودا اور گل مقصود کو لے کر کنا رہے پر
 آیا پوشاک پہنی اور اُسکو کرین باندھ دیا پھر محل کی سیر کو متوجہ ہوا گئے بڑھتے ہی ایک قصر عقیق بمانی
 کا نظر آیا دروازے اُسکے ہم پہلوئے آسمان نئے طور کے تھے اُسکے ہر مکان کی چمک کے آگے دھوپ
 پھیلکی اور چاندنی دھندلی یہ پردانے کے مانند شوق کے بال دہر کھولے ہوئے اُسکے اندر یہ ٹھک
 چلا آیا ہر ایک دالان نہایت خوش اسلوب عقیق اُسکا بہت خوب اُسکی ساخت کے لئے آئین
 اور خوش قطع ہر ایک شہ نشین نظر پڑے پردے اُسکے کار جو بیجا بجاسے کی میل ستاروں کے
 بوٹے پر سب کے سب چھوٹے ہوئے تھے شہزادہ اُس میں بھی در آیا مگر ہنگام بجا سا کھڑا رہ گیا ایک جڑاؤ
 پلنگ پر ایک پرسی نازنین دہلی تیلی مست خواب سحباب نظر آئی بال بکھرے ہوئے کا جل پھیلا ہوا
 انگلیا مسکی ہوئی گرتی سر کی ہوئی پانچا مہ چڑھا ہوا گچھا ازار بند کا لٹکا ہوا ناز سے ہاتھ مالتے پر
 رکھے ہوئے جوان کی نیند میں سخیج سوئی ہوا اُسکے زحار آتشناک سے زمین و آسمان نورانی آئینہ
 مہر و ماہ کو ہمیشہ حیرانی اور اُسکی چشم سیست سے نرگس کو مدام پشیمانی لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں
 غلطان آور ابرو کی چاہ سے ہلال زار و ناتوان مجسم ہوا اُسکے غنچہ دہن سے کوئی حرف نہ سنے تو اطفال شگوفہ کو
 پھولنے کا سبق نہ دے سکے اگر زنگی شب اُسکی زلف شگنیں کے سایہ میں نہ آئے تو آفتاب کی تیج شعاع سے مارا جائے شعا

سرو قد گلخدا رعبرمو	شکرین لب عزیز دل مہر و	کہیں بن دپسے گروہ باہرائے	چاند سورج کی جوت کیلے چلے
سلک ندان سے گزیرتا	تو شہر پا کو پردہ ہی بھاتا	وصف کرتا ہوتا تو اس گل کا	اُسکی لمیل کو جس میں لیا

تاج الملوک دیکھتے ہی بخود دہو کر گر پڑا ایک ساعت کے بعد جو آپ میں آیا آپ کو سنبھال کر چون توں
 اُسکے سر جانے تک پہنچا اور ایک دم سر در دل پُر درد سے بھر کر یہ اشعار پڑھے اشعار

جبل کا کز نقاب تو عیان	کھینچے شرمندگی مر تا بان	تیرے گیسوے مشک کام میں بار	لیلۃ القدر رہتی ہو نہان
مست ہر دم شراب چٹن سے ہوا	کسکی پر دہا ہوا دم تا بان	ہم پہ کیا کیا گزر گیا لیکن	نہوئی کچھ خبر تجھے جانان

القصد شاہزادے نے اپنے دل میں تجویز کیا کہ بیان اپنے آنے کی نشانی کچھ چھوڑ جایا چاہیے اُس پر ہی کی انگوٹھی یا ہتھی د بزمی اتار لی اور اپنی ہینا دی بھر آنکھیں بھر کر یہ شعر پڑھتا ہوا وہاں سے چلا اشعار

لا لسان اس باغ سے ہم داغ ہجران لے چلے	خاک سر پر داغ دل پر سینہ بریان لے چلے
باغ دُنیا میں نہو گا کوئی ہمسایے نصیب	آئے ایسے باغ میں اور خالی دامن لے چلے

آخر حالت خواب میں اُس سے وداع ہوا اور سرنگ کی راہ سے چوہے پر سوار ہو کر اپنے مکان میں آہو بچا حال کہ انتظار میں رونی صورت بنائے خون جگر آنکھوں میں بھرے بٹھی تھی اسکے پہونچنے سے اُسکا غنچہ خاطر کھل گیا دن نہی خوشی سے کٹا اتنے میں عروس روز نے شفق کے گھونگٹ میں اپنا منہ چھپایا اور محبوبہ شام نے طرہ مشکام دکھایا تاج الملوک اپنی اُننگ سے رنگ محل میں گیا اور اُس رات محمودہ سے حکام دہمکنار ہوا بلکہ اسی طرح چند روز عیش و عشرت میں کاٹے

چھٹی داستان تاج الملوک اور محمودہ کے رخصت ہونے میں حال سے اور دلبر کے پاس پہونچنا

کہتے ہیں ایک رات تاج الملوک محمودہ سے خلوت میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا اے مایہ عیش و شادمانی اگرچہ اس جگہ سب طرح کی خوشی ہوا اور کسی صورت کا رنج نہیں ہر وقت جو اسباب نشاط چاہیے وہ موجود ہیں لیکن کب تک ہم وطن و ہم جنسوں سے دور رہیں اور کہاں تک دستوں کی جدائی کا غم سبب کچھ ایسی تدبیر کیا چاہیے کہ اس مجلس ناخس سے رہائی پائیے اور دشمنوں کے پنجے سے چھوٹ جائیے شعر جو غزیرہ ہی کی صحبت سے توجینے کی بہار نہ در نہ کیا فائدہ ہو خضر سا تنہا رہنا محمودہ نے کہا کہ خاطر جمع رکھ کل رخصت لونگی جب عطار گردون نے مشک تانا رشب سے شیشہ ماہ بھر کر طاق مغرب میں بھرا درخوان زرین آفتاب کا دکان مشرق پر رکھ کا فور صبح سے بھرا حال نہ دو بھاری بیماری خلعت اور کئی خوان بیوے کے تیار کر کے دونوں کو خوابگاہ سے باہر نکالا پھر خلعت پہنا کر اور میوہ کھلا کر دہنے بائیں زانو پر بٹھا لیا اور سر منہ چومنے لگی اس اشفاق پر بھی دونوں کا غنچہ خاطر نہ کھلتا تب بولی اے دختر باتمیز اے داما د عزیز جو تنہا تھا رے دل میں ہو سو کو آسمان کے تارے بھی مانگو گے تو اتار لاؤنگی محمودہ نے اٹھ کر عرض کی کہ تمہاری توجہات اور عنایات سے کوئی آرزو ہمار

دل میں باقی نہیں اگرچہ پتھاری آتش جدائی بھی حین عشرت کو جلانے لگی اور پتھاری مجلس سے جانا گویا
 جان کی رخصت ہو لیکن ہر ساعت تجھسوں کا شعلہ فراق میرے سینے میں بھڑکتا ہو اُسے دل جگر کو
 جلا کر خاک سیاہ کر دیا ہو اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے تجھسوں کی صحبت میں جاؤں اور اُنکے آب
 وصال سے اس آگ کو بجھاؤں مصرعہ کہیں رہوں میں پرستار ہوں مگر تیری پہچان نہ اس بات کے
 سُنتے ہی ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ میں نے اس واسطے تجھے پرورش کیا تھا کہ اپنی آنکھوں کو صبح و شام
 بلکہ مدام تیرے سرمہ دیدار سے روشن رکھوں پر تو کیا کرے حق بجانب تیرے ہو میں خوب جانتی ہوں
 کہ یہ فتنہ سویا ہوا شائشا ہزارے نے جگایا اگر آگے سے میں ایسا جانتی تو ہرگز تیرا سیاہ اسکے ساتھ نہ کرتی
 مصرعہ یہ ہو گناہ مرا کچھ نہیں خطا تیری قصہ مختصر حالہ نے دیکھا کہ ہرگز انکا دل بیان نہیں لگتا
 ایک دیو بلا کر کہا کہ جہاں کہیں ٹھہرائے کی مرضی ہو با حنیاط تمام وہاں پہونچا دے اور اُنکی رسید مجھے
 لا دے تو تیری جان کی خلاص ہوگی اسکے بعد حالہ نے دو بال اپنے سر سے اوکھڑکے ایک تاج الملوک
 کو دوسرا محمودہ کو دیا اور کہا کہ جو وقت تجکو کوئی مہم درپیش ہو تو یہ بال آگ پر رکھنا اور جھکو
 اٹھا رہزار دیوسمیت بات کی بات میں وہیں پہونچا جانا پھر تاج الملوک کے ہاتھ میں محمودہ کا
 ہاتھ دے کر یہ شعر پڑھا شعر سپردم تبو مایہ خویش راہ تو دانی حساب کم و بیش راہ کہنے والے نے
 یوں کہا ہو کہ اُسی وقت وہ دیو پارکے مانند بجلی سا تیز رو دوڑا آیا پوچھنے لگا جہاں فرماؤ پہونچاؤں
 شہزادہ بولا شہر فردوس میں دلبر لکھا بسوا کے بارغ میں یہ سُنتے ہی اُن دونوں کو اپنے کارہی پر
 بٹھا کر ایک پل میں وہاں جا کر اتارا اور رسید مانگی تاج الملوک نے کہا ذرا تامل کر میں لکھے دیتا ہوں
 جو آواز شہزادے کی بسوا کے کان میں پڑی سُنتے ہی دوڑی آئی اور اُسکے قدموں پر گر پڑی پھر
 سجدہ شکر اُٹھی بچا لاکر بولی شعر ہر مو کی جگہ تن پہ اگر میرے زبان ہو تو بھی نہ تری بندہ نوازی
 کا بیان ہو شاہزادے نے اپنے پہونچنے کا حال لکھ کر دیو کو دیا اور رخصت کیا اسکے بعد
 بیابان کی صعوبت دیوسم کی شفقت حالہ کی مدد محمودہ کے نکاح کی کیفیت گل بجاؤنی کے
 ہاتھ آنے کی حقیقت مفصل اُس سے بیان کی پھر وہ اٹھ کر محمودہ سے ملی اور بہت سی اُچھکی دلداری
 اور مہانداری کی شاہزادے نے وہاں چند روز توقف کیا پھر اپنے ملک کے جانے پر تیار ہوا
 اس واسطے کہ گل پہونچنے سے اُس بلبل تنظر کی آنکھیں روشن ہوں فرمایا کہ اسباب سفر کا تیار کرینے میں

بار کرین اہلکار وہی عمل میں لائے اتنے میں بندری خانے کے داروغہ نے آکر عرض کی کہ پورب کے شاہزادوں کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے تاج الملوک صاحب خانہ کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ ہر چند میں بھائیوں کی سفارش کروں لیکن قبول نہ کیجیو جب تک وہ تیری مہر کا داغ اپنے چوڑوں پر نہ کھائیں جو میں زندان بان اُن کو لایا تاج الملوک نے بہت سی شفاعت کی کہ اکثر شاہزادے پورب کچھم کے تونے چھوڑ دیے ان سیچاروں کو بھی اس گرفتاری سے نجات دے کہ خلق میں تیری مہینامی اور خالق کے آگے سرخروئی ہو وہ بولی آپ آئیں غل نہ دیجیے میں ہرگز نہ چھوڑوں گی مگر ایک صورت سے کہ اپنے چوڑوں پر میری مہر کا داغ کھائیں شاہزادوں نے اس کے سوا اور کچھ اپنی ربائی کی صورت نہ دیکھی ناچار قبول کیا چوڑوغوا کے وہاں سے چھوٹے اور جان سلامت لے گئے تاج الملوک نے چلتے وقت ایک ایک خلعت اور لاکھ روپے خرچ کے واسطے دلوا دیے انھوں نے اور کسی شہر میں کچھ جھیت ہم ہو چنانچہ پہر وطن کی راہ لی تاج الملوک نے بھی دہراؤ محمودہ کو مع اسباب اپنے ملک کی طرف تری کی راہ سے رخصت فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلاں شہر میں ہو چکے مقام کرنا میں بھی غریب خشکی کی راہ سے ہو چکا ہوں

ساتویں داستان راہ میں تاج الملوک کے ملنے کی بھائیوں سے
اور حسین لینا گل بکاؤلی کا



کہتے ہیں کہ تاج الملوک فقیر دن کے بھیس میں چھپے چھپے بھائیوں کے چلا آتا تھا کہ انکار ارادہ کا حقہ دریافت کرے الغرض وہ جہاں اترے ہوئے تھے آن پہونچا اور ایک کونے میں بیٹھ کر انکی لسن ترانیاں اور جولانیاں جھوٹی جھوٹی سننے لگا آخر نہ سکا سامنے آکر دو بد و کھنہ لگا یہ یہودہ آپس میں کیا کہہ رہے ہیں اپنا منہ دیکھو گل بکاؤلی میرے پاس ہو اور اسی وقت اُسکو کمر سے کھول کر اُن دغا بازوں کے سامنے رکھ دیا شاہزادے طیش کھا کر بولے بھلا اسکو آزمائیں اگر تیری بات سچی نہ تو جو ہم چاہیں تجھکو سزا دیں تاج الملوک نے کہا کہ سانچ کو آج کیا بہت بہتر پیر اندھے کو بلا کر پھول اُسکی آنکھوں میں ملا فوراً وہ نابینا بن گیا وہ اس تماشہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے آخر تا دم ہو کر پھول زبردستی چھین لیا اور مارے طاغون کے اُسکا منہ لال کیا پھر گردن میں ہاتھ دیکر وہاں سے نکال دیا اور خرم و شادان وطن کی راہ لی چند روز کے بعد اپنے ملک کی سرحد میں پہونچے اور ایک پیک کو آگے بھیجا کہ ہمارے آنے کی خبر جلد پہونچا وہ انکا حکم فی الفور بجالایا جب زمین الملوک نے یہ خبر فرحت اثر سنی باغ باغ ہو کر یہ قطعہ پڑھا قطعہ بتاؤ لاجھے آیا یہ قاصد جانان پہ کہ درد کھونے کو پہونچا ہو صاحب جان ہر ایک غنچہ خاطر کھلا ہو کنعان میں بہنیم لائی مگر بولے یوسف کنعان پہ حاصل کلام بادشاہ خود کئی منزل استقبال کے واسطے تشریف لے گئے جب دو چار ہوئے شہزادوں نے قدر مہوسی کی اور بادشاہ نے انکا ماتھا چوما ایک ایک کو چھاتی سے لگایا انطاقت فرمایا پھر شاہزادوں نے گل بکاؤلی نذر کیا حضرت نے جو ہیں آنکھوں پر ملا دہ میں تار اسی روشن ہو گئیں تب کہا الحمد للہ دیدہ ظاہری کو اس پھول نے نورانی کیا اور دیدہ باطن بیٹوں کے دیدار سے منور ہوا اسکے بعد بادشاہ نے جشن شاہانہ شروع کیا اور شہر میں متادی پھروادی کہ ہر ایک فقیر امیر عیش و عشرت کا دروازہ برس دن تک کھلا رکھے اور غم و اہم کا بند آٹھویں داستان بکاؤلی کے جاگنے کی اور گلاب کے حوض میں گل کو نہ دیکھنے کی اور اُسکے چور کی تلاش میں نکلنے کی

خیمائے سخن کا ساقی اس پورانی شراب کو نئے پیالے میں یوں بھرتا ہو کہ جب بکاؤلی نے جادو بھری آنکھ کھولی اور خواب راحت سے چونکی انگیا کرتی درست کر کے پیغوازاں سے ہنسی کنگھی سے بالوں کو سنوارا اور دوپٹا اوڑھا پھر آہستہ آہستہ چھوٹی آنکھیں بیٹوں سے حوض کی طرف چلی ہر قدم پر وہ گل انداز

اپنے نقش قدم سے زمین کو پائین بارغ بناتی تھی اور گرد راہ سے چشم بلبیل میں سرمہ لگاتی تھی جب حوض کے کنارے پہنچتی دست نگارین سے گلاب اپنے رخسار پر ڈالنے لگی اور چہرے کا غبار کہ عین کے مانند تھا دھو دھو کر گلاب میں ملانے اور حوض کو جادو نظر چشم مست ناز سے دیکھنے بھالنے لگی ناگاہ گل بکاؤلی کی جگہ پر نظر جا پڑی ہر چند بغور و تامل نگاہ کی کچھ اسکا نشان نظر نہ آیا تب سونے کی طرح اس سیم تن کے منہ پر زردی چھائی اور غنچہ کے مانند سموم غم سے کھلائی اتنے میں انگوٹھی پر آنکھ جا پڑی حیرانی زیادہ بڑھی گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ملنے لگی اور دل میں یوں کہنے لگی یا اے یہ خواب دیکھتی ہوں یا عالم طلسم بھول لی اگر خواب ہوتا تو علامتیں ظاہر نہ ہوتیں پس اس صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انسان کا ہی نہیں تو دوسرے کی کیا طاقت کہ اٹھارہ ہزار دیو کے ہاتھ سے بچکر بیان سلامت پہنچے اور گل مقصود کو بے کشکے لیجائے پھر جوقت اپنی برہنگی کی حالت اُسکو یاد آتی دریاے شرم میں ڈوب جاتی اور یہ اشعار اپنے حسب حال پڑھتی اشعار

اے چور تو اپنا نام بتلا	چوری کا سبب تمام بتلا	دنیا میں نہیں ہے کوئی جتبا	انسان سے ہونہ کام تیرا
ہے چور کو مال سے شرکار	سکتا ہے وہ سیم وزر کو اکبار	میں دیکھو جو تیرے دست گلگون	آنکھوں سے لگاؤں بلکہ چوہن
ہر خشن بیان اور ادھر تھی	پراور کہیں نظر تری تھی	سینے میں سُرنگ تو لگا کر	دل مفت میں لے گیا چور اگر
دیکھا نہیں کو نگاہ بھر کر	پر آنکھ بڑی ضرور لب پر	گو سیر ہوا نہ تو یہ مانا	اس شہد کا پھر اتو جانا
	جو نقد تھا اُسکو لے گیا ہے	صندوق فقط بیان پڑا ہے	

الغرض افسوس کرتی ہوئی حوض کے کنارے سے اٹھ کر یا قوت کے مکان میں جا بیٹھی اور پریوں کو بلا کر اسے بخیر کی سزا ہر ایک کو دینے لگی مگر یہ سمجھی کہ جس وقت تیر تقدیر چھوٹے سیرتدیر سے کوئی نہ روک سکے مصرعہ تقدیر کے آگے کچھ تدیر نہیں چلتی نہ پھر پریوں سے جھجھکا کر کہنے لگی اگر تم اپنی زندگی جاسیتی ہو تو میرے چور کو جہنم لاکر حاضر کر دیو سنکر سات سو پریان چار طرف تلاش کے واسطے ہل ہاٹکتی کو دون پھاٹکتی دوڑیں لیکن کہیں اُس بے نشان کا نشان کسی نے نہ پایا سچ ہے کہ بے نشان کا وہ نشان پائے جو آپ کو بے نشان بنائے سمیت جو چھپے گمشدہ کے کوئی جائے نہ کرے گم آپ کو جب اُسکو پائے نہ بکاؤلی کہ دل اُسکا میر عشق سے جھج گیا تھا در کی شدت سے بلبلائی تھی کمان کی طرح چلائی تھی آخر بیتیابی کے مارے گوشہ چھوڑ کر رشتہ شرم و حیا کو توڑ کر چور کی تلاش میں

مگر بہت ماندہ ملک سے ہجرت نکلی جان جاتی اُسے کوئی نہ دیکھتا اور وہ ہر ایک کو دیکھ کر ہر گھنٹی اور جا بختی
 سے بچتا تھا۔ پھر پورے پورے دس مین جانکلی کہتے ہیں جب زین الملوک کے شہر میں وارد
 ہوئی جس کو چہ و بازار میں دیکھتی وہاں اسباب عیش کا مہیا باقی ہر ایک دروازے پر خوشی کی
 نوبت بجتے دیکھتی یہ رنگ و صنگ دیکھ حیران ہو کر آخر آپ کو سپندرہ سولہ برس کا ایک جوان
 شکیل دیدار و بنا کر کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں چھوٹے بڑے کی خوشی کا سبب و رفاصل عام
 کی شادی کا باعث کہ برخلاف اُن کین حکمت ہو کیا ہو اُس نے کہا کہ یہاں کا بادشاہ قضاے اکہی
 سے اندھا ہو گیا تھا اُسکے بیٹے مدت مدید کے بعد بہت سی مصیبت اور سچ اٹھا کر گل بکاؤلی لاکے
 کہ بادشاہ کی آنکھیں روشن ہوئیں جب ارشاد کیا کہ برس دن تک ہسی طرح سب علی ادنیٰ اپنے
 دروازوں پر نوبت و صحرین اور عیش کرین بکاؤلی نے یہ فردہ جان بخش سکر کہا الحمد للہ پائے طلبنے
 منزل مقصود پائی محنت ٹھکانے لگی یہ ملک اسی فتنہ انگیز کا ہوا غلب کہ وہ بھی ہاتھ آئے اور
 خلش مٹ جائے پھر دریا کے کنارے جا کر کپڑے اتارے پانی میں اتر سی نہادھو کے راہ کی
 ماندگی اور کلفت کھو کر اور ایک جوان حسین بنکر پوشاک مروانی ہنپنکر بادشاہی محلوں کی
 طرف متوجہ ہوئی بازار میں ناز سے آہستہ آہستہ چلتی تھی جس طرف چشم سر نہ سا اٹھاتی اُسے
 نقش پا کی طرح مٹاتی اور جس دم تیغ ابرو دیا خنجر مژگان دکھاتی اہل نظر کو بسل کی طرح مٹاتی
 اور جو وقت زلف پر سچ کو تاب دیتی تماشا یوں کے دل کو سچ و تاب میں لاتی غرض کہ جو اُسکے
 سامنے آتا اُسکو سکتا ہو جاتا آخر تمام شہر میں اُس کے حسن و جمال کا غل پڑ گیا رفتہ رفتہ بادشاہ
 کے بھی گوش گزار ہوا چنانچہ حضور سے ارشاد ہوا کہ اُس جوان رعنا کو ہمارے پاس لاؤ قصہ کوتاہ
 حضور اعلیٰ میں اُسے لے گئے حضرت نے پوچھا کہ کمان سے آنا ہوا اور بتھارا کیا نام ہو کہ سو اسطے
 آئے ہو جوان نے عرض کی کہ دطن تو غلام کا بیچم ہوا اور نام فرخ نوکر سی کی تلاش میں آیا ہوں
 اب جہاں پناہ کے تفصیلات سے اُمید یہ ہو کہ حضور کے ملازمن میں سرخراہ ہوں تا دعائے دولت
 میں نجا طرح مشغول رہوں زین الملوک نے کہا بہت بہتر حاضر رہو اور خواصوں میں عزت
 تمام سرخراہ کیا بلا قید کی پروانگی دسی تھوڑے دن اُسے گزرے تھے کہ چاروں شاہزائے
 ایک روز بارگاہ سلطانی میں آئے بادشاہ نے شفقت سے ہر ایک کو چھاتی سے لگا کر سراور

آنکھیں چومیں پھر کسی پر بیٹھنے کو ارشاد کیا وہ تسلیم کر کے بیٹھ گئے بکاؤلی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اُسے کہا تم نہیں پہچانتے بادشاہ کے بیٹے ہیں تب اسے ہر ایک کے قیافے کے سونے کو امتحان کی کسوٹی پر کسا لیکن کھرا نہ پایا سراپا کھوٹا ہی نظر آیا پوچھا کہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہو جو انکے ساتھ گل بکاؤلی لینے گیا تھا اُسے کہا اور کوئی نہیں جب اُسپر ثابت ہوا کہ بادشاہ اور کوئی بیٹا نہیں رکھتا نہایت گھبرائی اپنے طالع سے لڑنے لگی اور اشعار پڑھنے لگی اشعار

اے رنجت زبون کو نے کیا کیا	یہ عقدہ کا دم میں کیوں میرے ڈالا	نہ کھولے ناخرن تدبیر اُسکو	یہ وہ ہر کتے ہیں تقدیر جسکو
اگر دیکھے کوئی خواب پریشان	تو ہو تعبیر دینی اسکی آسان	مگر میرا معما ہو یہ لاحل	کسی مخلوق سے ہوئے یہ کیل
کروں کیا خواب کی میں تپتی فکرو	نہیں تعبیر ہو اسکی یہ تعبیر		

وہ کولنا حیار تھا جو اس باغ سے گل لے گیا اُس نیزنگ سازی کے افسون نے میرے شیشہ ناموس کو پھوڑا اور غائبانہ حیر عشق سے میرے سینے کو توڑا میں نے اُسکی کس قدر جستجو کی کیا کیا محنت اور مشقت کیجیجی بارے بیان اُس گل کا نشان ملا ذرا میرا غنچہ دل کھلا بیت نہیں کچھ شبہ بیشک میں نے جانا یہی ہو چور کا میرے ٹھکانا نہ لیکن فلک دغا باز نے میرا کھیل بگاڑا آبادی کی صورت دکھلا دجاڑا بیت کہاں جاؤں کروں اب کس سے فریاد پہ نہیں بس کرتی ہوں میں داوید ادبہ القصہ بکاؤلی نے اپنے دل میں بٹھرایا کہ البتہ بادشاہ کا کوئی اور بھی بیٹا ہو گا کیونکہ ان نادانوں کے قیافے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس امر دشوار کی تحصیل ان سے ہوئی ہو بہر حال چندے اور بھی صبر کیا چاہیے دیکھوں تو پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہو سچاں اللہ کیا اُلٹی بات ہو کہ معشوق طالب عاشق کا ہو اور عاشق اُسکا مطلوب لیکن نظر تحقیق سے جو غور کرے تو سیدھی لگے کیونکہ جب تک معشوق کو خواہش عاشق کی نہ ہو اُسکی چاہت اکاملت ہو اور کوشش بیفائدہ آتش طلب کی جو عاشق کے گریبان سے مشتعل ہو فی الحقیقت لگائی ہوئی معشوق کی ہو شعر عشق اول دردِ معشوق پیدا می شود و اگر نوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود وہ بات بڑھ گئی قلم کتا ہوا ہر شخص بس کر میں نے لکھنے میں بہت سی کوشش کی اور ہاتھ اپنی سعی کے دعوے کرتے ہیں کہ قلم سے کیا کیا ہم نے لکھا باز و اپنے تردد کا دم مارتا ہو کہ دست اور قلم سے کیا ہوا جو کچھ کیا سو میں نے کیا غرض اُسی طرح اسباب تحریر کے بڑھے اور ایک کو ایک پر فوقیت ہوتی گئی

دفعۃً ایک ایسا سبب پایا گیا کہ وہ محتاج کسی کا نہ تھا پس اگر عزیزا اگر تو بتا دے کہ فی الحقیقت
لکھنے میں کس کی سعی ہو اور ظاہر میں کس کی تو میں بھی عاشق اور معشوق کی سعی کا جواب دوں

نویں داستان حمالہ کے پہونچنے کی تاج الملوک کے پاس دیوؤن سمیت
اور بکاؤلی سی حویلی اور باغ تیار کرنے میں



جب تاج الملوک سے اُن نا عاقبت اندیشوں نے گل بکاؤلی چھین لیا وہ سچا رہ دل میں سچ و تاب
کھا کر رہ گیا مثل ہو کہ تہر درویش بر جان درویش پھر کچھ نمون کے پیچھے پیچھے بعد چند روز کے اپنے باپ
کی سرحد میں ایک خٹگل جو درندوں کا مسکن تھا اُس میں جا پہونچا اور چچا ق سے آگ جھاڑ کر حمالہ کے
دیئے ہوئے بال کو اُس پر کھدیا جو تھائی بھی نہ جلا ہو گا کہ وہ اٹھارہ ہزار دیوؤن سمیت آپہونچی اور
تاج الملوک کو فقروں کے بھیس میں دیکھ کر آگ ہو گئی کہ اس مشا ہر نے میری بیٹی کو کیا کیا اور تو نے
اپنا حال کیا بنا یا تاج الملوک بولا کہ آپ کی توجہ سے سب خیریت ہو لیکن ایک کام مجھے نہایت
ضروری ہے اور اُسکی تدبیر مجھے نہیں ہو سکتی اس واسطے آپ کو تصدیق دی ہو حمالہ نے کہا اے عیار باتیں نہ بنا

وہ کونسا کام ہو کہ مین جلدی کہ تاج الملوک نے عرض کیا کہ مین چاہتا ہوں کہ اس جنگل میں ایک محل
 اور باغ کہ ہو ہو بکاؤلی کے قصر اور باغ سا ہو بناؤن تم جس طرح سے جاناؤ جلد بنواؤ وہ بولی
 بیٹیا یہ کہتیں بڑی بات ہو مگر مین نے تو اُسکے باغ اور عمارت کو دیکھا نہ مین بھلا بن دیکھے مکان کا نقشہ
 کس طرح بناؤن اور بنواؤن تاج الملوک بولا جس طرح میں کہوں اُسی طرح بنواؤ و حمالہ نے
 اُسی وقت کئی سود پوئل بدل بخشانی کے واسطے اور سیکڑوں عقیقہ پمانی کے لیے اور ہزاروں سونے روپے
 اور جواہرات بیش قیمت کے واسطے ہر چار طرف بھیجے دیوؤن نے تین روز کے عرصہ میں جواہرات
 وغیرہ کے جا بجا تو دے لگا دیے پھر شاہزادہ جس طرح بتانے لگا اُسی طرح وہ بنانے لگے پہلے تو دو دو
 نیزے مٹی کھود کر پھینک دی اور دہان زر خالص بھر دیا اور اُسی قطعہ طمانی پر جڑاؤ عمارتوں کی بناؤالی
 غرض تھوڑے دنوں میں ویسا ہی قصر اور اُسی طرح کا باغ جو اہر نگار جڑاؤ نہرین وختون سمیت اور
 زبرجد اور یاقوت کے دو دالان عالی شان آسنے سامنے سچ میں اُنکے ایک حوض مرصع اُسی قطع کا
 گلاب سے معمور بنایا پھر ہر ایک مکان میں فرش اُسی رنگ کا بچھایا حاصل یہ ہو کہ جتنا جواہر سونا
 روپا دیولائے تھے اُسین سے آدھا مکانات کے بنانے میں خرچ ہوا چوتھائی کارخانجات
 کی تیاری کو دیا باقی خزانہ میں داخل کیا جب عمارت سب بن چکی اور تاج الملوک کے پسند
 پڑی تب حمالہ نے اُس سے کہا کہ تو یہ بھی جانتا ہو کہ مین نے تیرے واسطے کس قدر رنج اٹھایا
 و کھ سہا اسکے سوا دیوؤن کو آدمیوں سے کمال مخالفت ہی برعکس مین نے تجھے محبت کی اور کس
 شفقت سے پالا اور پرورش کیا علاوہ اسکے بکاؤلی کے ملک میں کہ آج تک کوئی نہیں گیا تجھے
 پہونچایا پھر سبب اس حرکت کے کہ جو تجھے وہاں ہوئی اُسکے ہاتھ سے مین نے کیا کیا صعوبت اور
 زحمت اٹھائی سو یہ محمودہ جان کی خاطر ہو ایسا نہ ہو کہ اُسکا دامن ہو اے روزگار سے غبار
 آلودہ ہو یہ کہہ رخصت ہوئی اُسکے بعد جس مقام میں محمودہ اور دلبر کو استقامت کے لیے
 فرمایا تھا اُسی طرف شاہزادہ بڑے ٹھانڈے گیا اور اُنکو جڑاؤ عمارتی میں سوار کیا بھیجے بھیجے
 خواصون کے محافنے رخصتیں جس پر کار جو بی سلطانی بانات کے پردے پڑے ہوئے آگے آگے
 غلام خوش پوشاک سونے روپے کے عھے ہاتھوں میں لیے گھوڑوں پر سوار اہتمام کرتے ہوئے
 غرض اسی تجل سے اُس قصر عالی میں دو دنوں کو داخل کیا اور عیش و عشرت سے اوقات بسر کرنے لگا

دسویں داستان خبر ہو بچے میں عمارت بنانی تاج الملوک کی زمین الملوک



ستار سرے اس سخن کا خانہ داستان کی بنا کا حال اس طرح کہتا ہے کہ تاج الملوک کے خلامون میں
 ساعد نام اُس بیابان میں سیر کرتا پھر تاحنا گاہ اسکی نگاہ کسی لکڑ ہارون پر کہ لکڑ یوں کے بوجھے
 لیے جاتے تھے جا بڑی اُسے بوجھا تم کوں ہوا اور یہ لکڑ یان کمان لیے جاتے ہو اُنھوں نے جواب دیا
 کہ ہم شہر مشرقستان کے لکڑ ہارے ہیں یہی ہمارا کسب ہوا اسی سے ہمارے لڑکے بالے جیتے ہیں دانہ پانی
 کھاتے پیتے ہیں اُسے کہا کہ آج تم یہ گٹھے میرے آقا کے باور چھانہ میں لے چلو دو تھانہ اُسکا نزدیک ہو
 اُسے اس ویرانہ میں ایک شہر آباد کیا ہو واجب قیمت لیلی بلکہ ایسا انعام پاؤ گے کہ پھر کہیں اور لکڑ یان
 بیچنے نہ جاؤ گے اُنھوں نے کہا کہ ہماری تمام عمر اسی کام میں اور اسی بیابان سے لکڑ یان لیجاتے
 گذری لیکن آبادی کا بیان نشان نہ دیکھا نہ سنا ساعد نے کہا ذرا تم آگے بڑھ کر دیکھو اگر میرے کہنے کا
 کچھ اثر ظاہر ہو تو بہتر نہیں تو تمھارے پھر آنے کا کوئی مانع نہو گا لکڑ ہارے انعام کے لالچ سے ساعد
 کے آگے ہو لیے پھر تھوڑی سی دور جا کر سب ایکبارگی پکار اٹھے کہ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اعرمیان تم ہکو آگ میں جھونکنے کو لیے جاتے ہو جو لٹھ میں جائے انعام اور بھاڑ میں پڑے اکرام
 پس ہمیں معاف کرو ہم نے بھر پایا ساعد نے کہا یہ شعلہ آتش نہیں جو ملی کے جواہرات کی چمک ہو
 تم ہرگز اندیشہ نہ کرو اور میرے ساتھ چلے آؤ وہ اُسکے کہنے سے کچھ اور بھی بڑھے آگے ساری زمین
 سونے کی نظر آئی سب نے اُسکی بات سچی پائی قدم اٹھائے بید خطر چلے آخر وہ حضور میں نالو لنگیا
 تاج الملوک نے ایک ایک تھان میں قیمت ہر ایک کو دے کر رخصت کیا اور فرمایا اگر تم بیان یا کرو
 تو اس سے دونا ہر روز پایا کرو مگر ہارون نے جب پہلے دن ایسا انعام پایا اور آئندہ امید
 بندھی اپنا وطن چھوڑ کر ہر ایک وہاں آ رہا یہ خبر انکے ہمسایہ میں پھیلی اور جا بجا منتشر ہوئی غرض
 جو کوئی شہر کے دیکھنے کو جاتا ہر گز وہاں سے پھر کر گھر نہ آتا اور وہیں رہتا اور کو تو ال شریستان کا عرس
 کے بھاگنے کی خبر روزِ وزیر کے حضور میں کہتا چنانچہ ایک دن اُسے خبر دی کہ آج صبحی رات ہزار گھڑاں حریف
 کے خالی ہوئے اور وہ بھاگ گئے وزیر نے کہا کچھ یہ بھی تو جانتا ہو کہ کہاں جاتے ہیں تب وہ بولا کہ غلام
 نے سنا ہو کہ کسی نے درندوں کے جنگ میں دس کو س تک سونے کی زمین بنا کر اُسپر اس طرح کا شہر آباد
 کیا ہو اور ایک قصر اور باغ بھی جو اہر کا ایسا بنایا ہو کہ روئے زمین پر ویسا دوسرا نہیں جو دیکھنا
 مطلع پڑھتا ہو شہر اگر فردوس بر روئے زمین ست بہین ست وہین ست وہین ست بہین ست وہین ست
 دریاے سخاوت کی لہر دو زمین کہ نام حاتم طائی کا آج بچے زمانہ سے لیجائے اور پانی بھر عدالت کا جید
 نہیں کہ نقشِ دل نو شیردان کا لوحِ جہان سے ملائے وزیر نے اس بات کو باور نہ کیا کہا کہ جو کام کہ
 طاقت بشری سے باہر ہو انسان کی کیا مجال کہ کر سکے کو تو ال نے مکر عرض کیا کہ متواتر خبر ہو چکی ہو
 جھوٹ کیونکر ہوگی جو قادرِ کریم عورت کو مرد بنا سکتا ہو اور مرد کو عورت وہ اگر دولتِ دنیوی کو کہ
 بنزیر ایک عورت شکیلیہ کے ہو کسی مرد کے مطیع کر دے تو عجب کیا ہو شہر نو چہرہ جو ہوا ہو کمینہ پرور کیونکہ
 بہانہ بے بسی پس جو اُسکے دینے کو نہ کیا آپ نے اُس شاہزادی کا قصہ جسے ایک دیو سے علامتِ مردی
 کی لے کے اپنی شادی کی تھی نہیں سنا وزیر نے کہا وہ کیونکر ہو حکایت کو تو ال نے عرض کیا کہ اگلے وقت
 میں ایک بادشاہ تھا اُسکی مجلس میں سوزندیان صاحبِ جمال بیٹیاں تھیں پر کسی کے اولاد نہ ہوتی تھی
 خدا کی قدرت کاملہ سے ایک حسین اور نوجوان کو اُس میں سے حل رہا نو مہینے کے بعد اُسکے لڑکی پیدا ہوئی
 اسی طرح تین باجہنی مگر لڑکا پیدا نہ ہوا جب چوتھی بار حل رہا بادشاہ نے قسم کھائی کہ اگر اس مرتبہ بیٹی جہنی

تو اُسکو اسکی مان سمیت جان سے مار ڈاؤن گا تقدیر کی نیرنگی سے اسپر بھی لڑکی پیدا ہوئی
 لیکن نہایت خوبصورت پر ہی طلعت اسکی مان نے جان کے خوف سے لڑکا مشہور کیا اور بچہ بیون
 کو بھی تاکید کی کہ بادشاہ کو سمجھا دو کہ دس برس اس لڑکے کا مسودہ لکھنا آپ کو اچھا نہیں چنانچہ
 منجون نے بادشاہ کی خدمت میں اس طرح عرض کی حضرت نے بھی مانا اور ویسا ہی کیا اتنے جب
 لڑکی ہو شیا رہوئی اور اُسکے دیدار کی مناسبت کے تھوڑے دن رہے تو اسے بیٹا کوانے کی وجہ سے
 سمجھا دی اور کہا کہ اس بیٹی تو بادشاہ کے حضور میں مردانی وضع سے آیا جایا کیجیو کہ میری اور تیری
 زندگی رہے اور جان بچے چنانچہ لڑکی ایام مہمودہ کے بعد بادشاہ کی خدمت میں کبھی آتے جاتے مجر کے
 جلدی سے چلی آتی اور دیر تک زہتی آخر اُس دختر پسر ناک بست دوسرے بادشاہ کی بیٹی سے کی جب
 شادی کے دن نزدیک آ پہونچے بادشاہ نے اُسکو لباس شاہانہ پہنایا اور سونے کے ہوئے پر بٹھا کر تجل
 بادشاہی سے دھن کے ملک کو روانہ ہوا لڑکی کبھی اُس حالت پر نہتی اور کبھی روتی تھی ایک رات
 کسی دیر نے میں اتفاق رہنے کا ہوا لڑکی مارے شرم کے کہ آخر کار زندگانی و بال جان ہوگی جیسی
 اُسکے اُس دیر نے میں چلی گئی اسل را دے سے کہ کوئی درندہ کھا جائے جاتے جاتے ایک درخت کے تلے کہ وہ
 دیو کے رہنے کا مکان تھا پہونچی وہ اُسکے حسن پر دیوانہ ہو گیا اور آدمی کی صورت بنکر لڑکی کے
 آگے آکر اُسکا حال پوچھنے لگا اُسنے ساری حقیقت بیان کی یسکر دیو کا دل بھرا آیا اور بولا اگر
 تو امانت میں خیانت نہ کرے اور اسپر قول دے تو اپنے آلت کسی حکمت سے تیرے لگا دوں اور تیری
 علامت آپ اختیار کروں لڑکی دیو کے کہنے کے موافق عمل میں لائی اُسنے وعدہ پورا کیا پھر وہاں سے
 خرم و خندان وہ اپنے دیرے میں آئی کئی روز کے بعد برات اپنی منزل مقصود کو پہونچی اور شادی
 فراغت کر کے بادشاہ اپنے ملک کو پھرایا شاہزادہ نقل چند مدت وہیں رہا جب اُسکا ایک لڑکا
 پیدا ہوا تب قصد وطن کا کیا اور منزلیں طو کرنے لگا جب اُس جنگل میں پہونچا اُسی درخت کے
 نیچے گیا کیا دیکھا جو کہ دیو بڑھیا کے بھیس میں ردنی شکل بنائے بیٹھا ہو شاہزادے نے کہا اے دیو میں
 تیری مہربانی سے اپنے دل کی مراد بھرا پائی اب اپنی چیز لے اور میری مجھے دے دیو نے کہا اب
 میں اس کام سے گزر گیا تقدیر میں ہی لکھا تھا تب اُسنے پوچھا وہ اسکی کیا ہو مفصل بیان کر
 وہ بولا کہ میں اسی صورت سے تیرا منتظر بیان بیٹھا تھا نا گاہ ایک دیو پھاڑ پر آیا اُسکے دیکھنے سے

مجھ پر شہوت غالب ہوئی اور مارے مستی کے رہ نہ سکا اُس نے بھی دوڑ کر مجھے چھاتی سے لگا لیا آخر
 شربت وصل پلا یا مین اگر اب علامتِ مردی کی لگا لون تو جینے کے وقت جی سے ہاتھ اٹھاؤں
 اسکے سوا یہ عقدہ مجھ پر کھلا کہ مردوں سے زندگیانِ شہوت میں زیادہ ہیں اب جا اپنی راہ لے میں نے
 اپنی چیز تجھی کو بخشی وزیر نے کہا خدا کی قدرت معمور اور برحق ہو مجھے کچھ اس میں شک نہیں لیکن
 محال چیزوں کا آدمی سے موجود ہونا عقل میں نہیں آتا کوئی دانا اسکو نہیں مانتا شاید تو نے چڑے
 اور فقیر کی کہانی نہیں سنی کو تو ال نے عرض کیا فرایسے حکایتِ وزیر نے کہا حضرت سلیمان کے
 عہد میں ایک چڑیا کا جوڑا ایک روز راہ میں بیٹھا دانہ کھاتا تھا ایک فقیر جب پوش کو دور سے آتے
 دیکھا مادہ نے نہر سے کہا خبردار دشمن آتا ہوا ایسا نہ ہو کہ بچہ بلا میں گرفتار کرے نہ بولا کہ اس خدا
 دوست سے کچھ اندیشہ نہیں جو خدا کی راہ پر چلتے ہیں وہ کسی کی ایند کے روادار نہیں ہوتے انھیں
 باتو نہیں تھے کہ فقیر آ پہونچا اور بغل سے ایک سوٹا نکال لیا بھینک مارا کہ ایک بازو ٹوٹ گیا
 بہر حال اُس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ کر گرتا پڑتا حضرت سلیمان بادشاہ کے پاس گیا پہلے تو جا کر
 دعا دی پھر عرض کی کہ فلا نے درویش نے بے تقصیر میرا بازو توڑ ڈالا ہوا بادشاہ نے فرمایا کہ اُسکو
 حاضر کر دینا پنجہ حضور میں اُسے لے آئے تب حضرت نے غضب سے فرمایا کہ تو نے اُسکو کیوں مارا
 ہو اُس نے عرض کی کہ اگر میں نے اُسکو مارا تو کیا ظلم کیا کیونکہ انسان کی خوراک ہو یہ سنکر چڑا بولا
 کہ اگرچہ میں بیچارہ چھوٹا سا جانور ہوں پر اسقدر محکوم شعور ہو کہ اپنے دوست سے شیرد شکر
 کی طرح مل جاتا ہوں اور دشمن سے کڑی کمان کے تیر کی طرح بھاگتا ہوں تیری پیوندی گڈری
 دیکھ کر میں نے جانا تھا کہ تو خدا کی راہ پر ہو کسی کے حق میں بدی نہ کرے گا لیکن اب کھلا کہ
 تیرا ہنسا شیطان ہوا اور گڈری میں فقط مکر و دغا بھرا ہوا اب اُسکو تار رکھ کہ اور کوئی میری طرح
 سے فریب نہ کھائے اور تیرے دام مکر میں نہ آجائے چڑے کی باتیں حضرت کو نہایت پسند آئیں
 فقیر کو لغتِ ملامت کر کے نکال دیا بعد چند روز کے وہی چڑا کہیں چکھتا تھا کسی درویش نے
 کسی طرح اُسکو پنجرے میں پکڑ کر بند کیا چڑا سمجھا کہ ابکی تو جان پر آہنی سوچکر یوں کہنے لگا اے
 مرد خدا بچنے سے میرے تجکو چند ان نفع نہوگا اور کھانے سے بھی میرے معلوم رکھنا علیٰ ہذا القیاس
 بیفائدہ ہو بس چند سخن کہ ہر ایک دُر بے بہا ہو اگر تجکو چھوڑ دے تو کموں یہ سنکر فقیر بہت خوش ہوا

پنجرے سے نکال کر پاؤں پکڑ کر ہاتھ پر بٹھایا اور کہا لو کہو چڑا بولا کہ ایک عالم کتا ہو کہ خدا چاہے تو بہتر اونسٹ کی قطار سوئی کے ناکے سے نکل جاوے یہ بات سچ ہو خدا کی قدرت سے دوسرین پر یہ آدمی کی سعی سے ہرگز اعتبار نہ کیا چاہیے دوسرے یہ کہ جو کام اپنے اختیار میں نہ رہے اسکے واسطے انگلیں نہ چاہیے اگر درویش چھوڑ دے تو اور کمون آزادنے اُسے آزاد کیا چڑا کر ایک درخت کی ڈالی پر جا بیٹھا اور بولا فقیر تو بڑا احمق ہو کیا تیری عقل ماری گئی جو ایسا شکار اپنے ہاتھ سے کھویا میرے پیٹ میں ایک لعل بے بہا ہو اگر تو مجھے مار کر کھاتا تو وہ بھی تیرے ہاتھ آتا درویش یُشکر ہاتھ ملنے لگا اور یوں کہنے لگا اے پزند بھلا میں اس نفع سے گذرا لیکن تو اور باتیں تو کہہ چڑا بولا کہ تیرا دل مانند چکنے گھڑے کے ہو میری باتیں اُسپر اثر نہ کریں گی ناحق کہکھ ضائع کروں مثل مشہور ہو کہ اندھے کے آگے رو دو اپنی آنکھیں کھو دو ای نادان ابھی تو میں نے تجھے کہا تھا کہ جو چیز اپنے قبضے سے نکلی جائے اسکے واسطے چپکا اسی دم تو بھول گیا اور نہ سمجھا کہ میں نے لعل کیونکر نکلا ہو گا یہ کہکھ چڑا تو اڑ گیا اور فقیر نے مایوس ہو گھر کا رستہ لیا اس بات سے اپنی غرض یہ ہو کہ خدا کو اس طرح کی قدرت اور طاقت ہو انسان کو چاہیے کہ بے تحقیقات باوجود اس کی جناب میں کچھ عرض نہ کرے اس واسطے تجکو لازم ہو کہ پہلے تو جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھو آ پھر عرض کر

گیا رھوین داستان جانے میں زین الملوک کے لشکر اور ارکان دولت کے ساتھ ضیافت کھانے کو تاج الملوک کے مکان میں





آخر کو توال نے وزیر سے رخصت لے کر ملک نگارین کی راہ لی جب تھوڑی سی راہ طر ہوئی ہراول
 پکار اٹھا اس جنگل میں ایسی آگ لگ رہی ہو کہ اُسکے شعلہ آسمان تک پہنچتے ہیں اتنے میں
 سواری کچھ اور آگے بڑھی سونے کی زمین نظر آئی اور جڑاؤ عمارت جب ظاہر ہوا کہ جس پر آتش کا
 گمان کیا تھا وہ یہی ہو شعلے نہ تھے وہ اُسکی چمک تھی اتنے میں جو کو توال کے آنے کی خبر سنی فرمایا کہ
 حوضوں کو بھر دو آگے چھوڑ دو اور اسے یا قوت کے دالان میں بٹھاؤ اہلکار حسب الحکم کو توال کو
 حویلی میں لیگئے وہ جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا تھا جگہ گاہٹ سے جواہرات کی چکاچوند لگ جاتی
 تھی بعد ایک ساعت کے تاج الملوک نے بھی سخت شوکت کو زرب در زینت بخشی کو توال ٹھکرا داب
 سجا لایا اور دعا و ثنا کے بعد عرض کرنے لگا جب حضرت کے مکان بنانے اور ملک بسانے کی اس جنگل
 میں خبر شرفستان کے بادشاہ کی جناب میں پہنچی تب اس خانہ زاد کو تحقیقات حال کے لیے بھیجا
 گستاخی معاف اگر آپ کے دل میں خواہش سلطنت کی اور ارادہ فساد کا ہو تو ادھر سے بھی کچھ
 درنگ نہیں والا طوق بندگی کا گلے میں ڈال کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو جیے کیونکہ دو
 تلواریں ایک میان میں نہیں رہتیں اور نہ دو بادشاہ ایک ولایت میں تاج الملوک پُسنکر بولا میں تو

اس حیوانات کے وطن میں ایک عبادت گاہ بنائی ہوئی تھی۔ ہندوؤں نے ہندوؤں
 خواہش بادشاہی کی مطلقاً نہیں بلکہ دعویٰ دولت خواہی ہو تو ان نے جو یہ کلمے شایع کئے
 خوشی خوشی رخصت ہوا اور جو کہ دیکھا سنا تھا وزیر سے مفصل کیا وہ سکر ایک لڑکچہ تھی جو بار بار
 پھر بادشاہ کے حضور میں جا جو کیفیت سنی تھی عرض کی بھون نے توجہ جانا اور کتنوں نے جھوٹ
 سمجھ نہ مانا بکاؤلی کہ زمین الملوک کی خدمت میں حاضر تھی یہ بات سکر دلی میں کہنے لگی اچھ رشتہ
 مدت کے بعد عقد ہندہ کی صورت کشائش اور شب نامیہ سی کے بعد صبح آسائش ہونے کی نظر آئی
 بیعت طیش دل نے خبر پار کے آنے کی دی بد خوش ہوا چشم کہ یہ زفرہ افواہ نہیں بادشاہ
 بھی اس ماجرے کو وزیر سے سکر ایک ساعت گریبان تفریح میں سر ڈالے رہا اسکے بعد فرمایا اگر
 یہی صورت ہو تو ایک نہ ایک دن زوال سلطنت کا موجب ہو گا وزیر نے ادب بجا لایا کہ عرض
 کیا کہ عقلمندوں نے کہا جو جس دشمن سے لڑائی میں بر نہ آ سکے اس سے دار و مدار کر کے
 مل جائے بیعت خوشی سے برآمد جو کام کی بد تو کیجیے نہ تندی نہ گرو تھی ہذا اب تدبیر یہ ہو کہ قبلہ عالم
 اس سے اخلاص بڑھا دیں اور رشتہ محبت کا اس کی گردن میں ڈالیں بادشاہ نے فرمایا تیرے
 سوا اور کسی کو اس بات کے لائق نہیں دیکھتا ہوں تو ہی وہاں جا اور راہ اُس سے ہم پہنچا
 لیکن وہ کام کیجیو کہ سانپ بھی مرے اور لاکھی بھی نہ ٹوٹے یعنی میری شان نہ گھٹے اور اخلاص
 بڑھے وزیر مجتہد تدبیر بوجہ حکم کے بڑے کردار سے روانہ ہوا جب تلج الملوک کو اسکے آنے
 کی خبر پہنچی ارشاد کیا کہ فرش و فرش کی تیاری نئے سرے سے کہ میں حوضوں کا گلاب
 بدلوائیں فوارے چھوڑوائیں اور اسکو محل بدخشان کے دالان میں بٹھائیں جب ردہ آیا
 اہلکار اسی طرح محل میں لائے شہزادہ آپ بھی وہاں رونق افروز ہوا ایک جڑاؤ کرسی
 پر بیٹھا وزیر نے اٹھ کر حج کیا دوائیں دیں پھر تاس کیا آگے اس سے ایک بادشاہی بندہ
 حضور میں حاضر ہوا تھا اور اس نے آپکا پیام محبت انجام حضور محلی میں پہنچایا و صاف
 پسندیدہ بھی بہت سے بیان کیا بادشاہ کی اُتش غضب کو سد و رد کیا بلکہ قبلہ عالم کو حضرت
 کی ملاقات کا شوق کیا اس سے کیا بہتر ہو کہ وہ چشمے فیض و عطا کے اور دریا جو دریا کے
 باہم نہیں تلج الملوک نے کہا جو پیام میری طرف سے لازم تھا حضرت بہان پناہ کی طرف سے

آیا بسر و چشم مجھے قبول ہو میری بھی آرزو یہی تھی پھر وزیر نے عرض کی انشاء اللہ بعد ایک ہفتے
 کے حضرت عالم پناہ یہاں رونق بخش ہونگے پھر خاصہ یاد فرمایا بکاؤلی رنگ برنگ کا طعام لذیذ
 اور خوش گوار جو اہر نگار باسنوں میں نکلا کر چاندی سونے کے خوانوں میں لگا کر نعمت خانے
 میں لایا اور دسترخوان زربفت کا بچھو کر کھانا چڑھ دیا شہزادے نے وزیر کے ساتھ نوش جان
 فرمایا اُسکے بعد ارشاد کیا کہ وزیر کے ہمراہیوں کو بھی تقسیم کرو لیکن ظروف نفرتی اور طلائی پھیر
 نہ لےجو جب لوگوں کو کھانے سے فراغت ہوئی وزیر رخصت ہو کر شرقستان کو روانہ ہوا شتاب
 حضور دالامین پہونچا تمام ماجرا مفصل ظاہر کیا کہتے ہیں انھیں دنوں میں تاج الملوک نے ایک
 رات حالہ کے سر کا بال آگ پر رکھا وہ اُسی دم ہزاروں دیوؤں سمیت وہاں آ پہونچا تاج الملوک
 اور محمودہ نے اُٹھ کر سلام کیا اُسنے دونوں کی بلائیں لیں چھاتی سے لگایا تھا چوما خیر و عافیت
 پوچھی تاج الملوک نے کہا آپ کی سلامتی میں سب طرح کا چین و آرام میسر ہو کچھ غم نہیں اور کسی
 چیز کی کمی نہیں لیکن کل ضیافت بادشاہ شرقستان کی مقرر ہوئی ہو وہ یہاں تشریف لائینگے میری
 خواہش یہی ہو کہ اس سرزمین سے اُنکے شہر تک فرش بانا تی اور محل سُرخ اور سبز کا بچھو دو اور
 کوس کوس بھر پر خیمے قائم اور سحاب کے ٹٹا میں کلاتوئی پردے دیا واطلس کے چوبین گنگا جمنی
 اور سیخین طلائی و نفرتی ہوں استادہ کرادو مگر اس افراط سے ہوں کہ بادشاہ کے ہر ایک
 چھوٹے بڑے امیر کو جد اجداد کا گاہ میسر ہو کہ مخلی بالطبع رہے حالہ نے دیوؤں کو حکم کیا انھوں نے
 تمام رات میں ویسی ہی تیاری کر دی اور آپ اپنے ملک کی راہ لی صبح کے وقت شرقستان
 کے بادشاہ نے بموجب اقرار اپنے وزیروں امیروں کو حکم کیا کہ بھاری بھاری زرق برق کی
 پوشاکیں اور کئی ہزار سواروں کا پہرا لباس گونا گون اور ہتھیار بوقلمون سے آراستہ ہو کر
 داہنی طرف رہے اور ایسا ہی سجا سجا بائیں طرف اور ایک غول سواروں کا مسلح اور بکچی
 بنا ہوا آگے اور ہاتھیوں کا حلقہ سنہرے روپے ہووے اور عاریوں سے پیچھے ہر نو جوان
 نشان بادلہ کا چمکتا ہوا ہاتھ میں لے کر چپت ہوا اٹھاٹھ سواروں کا درست ہوا اقصہ اس
 ہیئت سے سواروں کے سامان تیار ہوئے جہاں پناہ ایک جڑا و عماروں میں سوار ہوئے اور
 بکاؤلی مردانہ لباس نہایت بر تکلف اور جو اہر ہنر نگار آرزو محکم باندھ کر خوشی میں اُٹھیں چاروں

شہزادے بھی خلعت شاہانہ زیب بدن کر کے زرق برق سے اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے
 پھر سواری تاج الملوک کے ملک کو روانہ ہوئی زمین الملوک شہر سے کوس بھر آگے گیا ہوگا کہ
 ناگاہ زری کے خیون کی چمک مانند شعلہ آفتاب کے نظر آئی بولا غلب ہو کہ یہ وہی مکان بہن
 چہر نگاہ نہیں ٹھہرتی اور آنکھ جھپکی جاتی ہو وزیر نے عرض کی کہ ابن گل دیگر شکست حضرت مات
 کی رات میں کچھ کا کچھ رنگ بدل گیا بیان فقط جنگل تھا جہاں جھکاڑ کے سوا غلام نے کچھ نہیں دیکھا تھا
 دم مارنے کی جگہ نہیں قادر کریم نے ایک مخلوق کو ایسی قدرت دی ہو کہ اسکی صنعت کی کنہ صاحبانی
 کو دریافت نہیں ہو سکتی انکی عقل وادی حیرت میں بھٹکتی ہو ملک نگارین بہت دور ہو اُس
 عجائب روزگار نے یہ تماشا دکھایا ہو اسے بھی ملاحظہ فرمائیے بادشاہ وزیر اخصین باتون بہن تھے
 کہ اُسکے ملازموں سے ایک شخص نے آکر عرض کی ہمارے آقا کا حکم یوں ہو کہ عالم پناہ کی سواری
 جس جگہ سے آگے بڑھے وہاں کا اسباب غیرہ غریب و غریبا لوٹ لین اور خود بدولت ہر ایک منزل
 میں جس خیمہ کو پسند کریں اُس میں استراحت فرمائیں چنانچہ بادشاہ جس جگہ تشریف لاتے اسباب ضیاء
 کا جو روئے زمین کے بادشاہوں کو میسر نہ تھا وہ مہیا پاتے غرض جس قدر سواری آگے بڑھتی جاتی
 تھی اسی قدر اسباب کی زیادتی نظر آتی تھی اور عجائب سے طبیعت بیشتر حفظ اُٹھاتی تھی تاج الملوک
 آپ بھی ایک منزل استقبال کے لیے آیا اور سارے لوازم آداب بجالایا آخر بادشاہ کے ساتھ کمال
 خوشی اور خرمی سے اپنے قصر مبارک میں داخل ہوا حضرت کو زمرہ کے مکان میں اعزاز و اکرام سے بٹھایا
 اور مکانات کو آراستہ کیا جا بجانے نے فرش سجھ گئے گلاب کے حوضوں میں خوارے چھوٹنے لگے
 بادشاہ راہ کے عجائبات سے متعجب ہو رہے تھے عمارت اور باغ کی ساخت اور تیاری ملاحظہ فرما کے
 بخود ہی بہن آگے بکا ولی بھی شہزادے کا جلال کمال دیکھ کر دیوانی ہو گئی ہوش سے جاتی رہی سچ ہو شہر
 جسد مہمان ابرو کوئی تیر کر شہر چھوڑے ہمارے دونوں کو چھوڑے عاشق کے دل کو توڑے یہ ایک لمحہ کے بعد
 چلتی ہر طرف آنکھوں کو ملکر دیکھنے لگی جس مکان پر نظر پڑی اُسکا نقشہ اور جواہر اپنے مکانات سادہ کیسا
 متعجب ہو کر جمیں کہنے لگی یہ کوئی بڑا جادوگر ہو کہ میری عمارت کو معلق بیان اُٹھا لایا ہو اور اس
 جنگل کو عالم طاسم بنایا ہو ایک پری جو اُسکے ساتھ خد و نگارسی میں آدمیوں کے بھیس میں تھی اُسے اشارہ
 کیا کہ نظر غور سے دیکھو اور بخوبی دریافت کر کہ یہ کیا ماجرا ہو اُسے متامل ہو کر عرض کی آپ کے مکان آج جہاں تھے

وہیں ہمیں اندیشہ نہ کیجیے یہ نئی عمارت ہو اس شخص نے یہ کام کیا ہو کہ ایسی نقل بنوائی ہو کہ اصل اور نقل
 میں فرق کرنا ہر ایک کا کام نہیں آفرین اسکی چرائی اور دامائی کو یہ سنکر بکاؤلی بہت خوش ہوئی کہ چور
 میں نے پکڑا اور مال اپنا پایا چاہتی تھی کہ اسی وقت افشاے راز کرے اور پردہ درمیان سے اٹھاوے
 لیکن جیسا مانع ہوئی جبراً تو تہہ قدم صبر و تحمل کا گائے رہی القصہ دسترخوان بچھا اور طرح طرح کا کھانا سونے
 روپے کے بانسون میں چن دیا اسکی عداوت کی تعریف کیونکر کیے کہ زبان قلم کی بند ہوئی جاتی ہو اور اس
 خوان کا فوری کاغذ میں نہیں ساتی حضرت اہل خدمت کے سلیقے اور اہل کاروں کے طریقے دیکھ کر بہت محفوظ
 ہوئے خاصہ فرزند دن اور صبحوں سمیت خوشی خوشی نوش جان فرمایا اتنے میں ارباب نشاۃ حاضر ہوئے
 صحبت راگ درنگ کی دیر تک رہی اشعار مطعون کی ہوئی بلند صداۃ ماہ پیکر لگے دکھانے اور ادا بگل نغمہ گئے
 سرسری بول بہت وقت و ذوق کام میں ہوئے مشغول بہ انقصہ اسکے بعد بادشاہ اور تاج الملوک احتلاط کرنے لگے
 اور بائون میں مشغول ہوئے شہزادے نے پوچھا کہ آپ کے فرزند کو ہمیں حضرت نے چار دن بیٹوں کی طرف اشارہ
 کیا اور فرمایا کہ انکے سوا اب کوئی نہیں ایک اور بھی تھا اسکے دیدار خمس کی بدولت یہ بلاے ناگمان چھپر
 نازل ہوئی تھی قصائے آہی سے میں نے نجات پائی اور وہ اسی حالت میں خدا جانے کہاں نکل گیا تاج الملوک
 نے یہ سنکر کہا کہ کس سبب سے اس درگاہ عالی کو چھوڑا اور اس در دولت سے منہ موڑا کوئی اس مجلس میں اُسے
 پہناتا ہو یا نہیں یہ سنکر زمین الملوک نے اُسکی پیدائش اور اپنی نابینائی کا اجرا اس سے آخر تک ظاہر کیا
 پھر ایک امیر کی طرف جو اسکا تالیق تھا اشارت کی کہ اسکے سوا کوئی اسکی صورت سے واقف نہیں
 شاہزادہ اُسکی طرف مخاطب ہوا کہ دیکھ تو اس مجلس میں کوئی اسکی شکل کے مشابہ ہو یا نہیں اس جہانزیدہ
 نے شاہزادے کا نقشہ اور گفتگو کا رد یہ بغور ملاحظہ کر کے عرض کی کہ اتنے میں کسی کو اس شاہزادے کی
 صورت اور شکل کے موافق نہیں دیکھتا مگر چہرہ مبارک میں اکثر اسکی علامتیں پائی جاتی ہیں بلکہ احوال
 کی وضع بھی بہت ملتی جلتی ہوتی ہے اس کلام کو تاج الملوک اُسٹکر باپ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کی
 کہ میں وہی ناخلف ہوں جو اتنی مدت تا بہ خدمت ایام اور طالع نام کام کے باعث سرگردان اور اسنی رگاہ
 سے محروم رہا شکر ہو کہ دیدار مبارک سے مجھے چاہتا تھا اسی طرح دیکھا اور قد سبزی کی جس وضع سے آرزو
 تھی برائی زمین الملوک نے یہ گفتگو سنکر مارے خوشی کے شاہزادے کو چھاتی سے لگا یا سرور آنکھیں چومیں سجدہ
 شکر آہی بجا یا پھر بیٹے سے کہ لگا چیت امتیال کہ بیز دستمال نے تلو بخشا ہو ہلو چلے ہی اسکے حال تمنا رہے

روز تولد کے راز کچھ سے معلوم ہوا تھا الحمد للہ کہ خبر مقصود کو اُن کی خدمت میں جسٹ لخواہ دیکھا بارے انھوں
 میں روشنی دوچند ہوئی یہ کہو کہ آج تک کمان کئے اور سرور آزاد ہو یا کسی شمشاد قد سے پہنڈ کیا ہو شاہزادہ
 بولالاکہ غلام کی دو منکوہ میں اگر حکم ہو بار یاب ہوں اور قد مبوی حامل کرین حضرت نے فرمایا اس سے
 کیا ہوا شاہزادہ محل میں کبر و لبر اور محمودہ کو بادشاہ کی خدمت میں لایا وہ دونوں پر ہی پکیر اُس مکان کے
 قریب آکر ٹھٹک میں تب زین الملوک نے کہا کہ یہاں کیون نہیں آتین جو انکے دیدار فرحت آثار سے میں
 نرگس چشم کو منور کروں اور سینہ کو سرور سے بہرون تاج الملوک نے التماس کیا کہ آپ کی یہ نوڈیاں حیا سے
 نہیں آتی ہیں کہ چاروں شاہزادے انکے بندہ آزاد ہیں چنانچہ انکی مہر سے انکے چوڑوں پر داغ موجود
 ہیں فراخ چاہے تو حضرت بھی ملاحظہ فرمائیں اس راز کے کھلنے سے چاروں کے منہ کا رنگ اُڑ گیا
 شرمندہ ہو کر دہان سے اٹھ گئے تب وہ دونوں آکر قد مبوس ہو میں پھر زین الملوک نے تمام سرگشت
 ایام جدائی کی اور دلبر اور محمودہ جان کا احوال استفسار کیا شاہزادے نے بھی شدید سفر اور
 محنت بیابان کی اور احوال بھائیوں کے داغ کھانے کا دلبر کے ہاتھ سے اور مروت حالہ کی اور بیابنا
 محمودہ کا لینا گل بکاؤلی کا گلاب کے حوض سے اور بکاؤلی کے دیکھنے کی کیفیت خواب کی حالت میں
 اور گل ندر کو چھین لینا بھائیوں کا اور بنانا باغ اور حویلی کا بیابان میں مفصل ظاہر کیا اتنے میں
 بادشاہ کو تاج الملوک کی مان یا د آگئی بولے کہ تم نے تو میری آنکھیں گل بکاؤلی سے روشن کیں اور
 اپنے دہار سے دروازہ سرور کا دل غمناک کے آگے کھول دیا اب مجھ کو بھی لازم ہو کہ اُس درد انتظار
 کی ماری بھاری مان کو یہ فردہ جان بخش سناؤں اور اُس قبلے رنج فراق اور تشنہ دیدار کو بھاری
 آنے کی خوشخبری کا شربت پلاؤں یہ کہہ کر بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے اور قلعہ مبارک میں تشریف لا کر
 تاج الملوک کی مان کے پاس گئے اور ایام گذشتہ کی بدسلوکیوں کا بہت سا عذر کیا آگے سے زیادہ ہر خواہ
 کیا اور بیٹے کے آنے کا فردہ دیا آخر عزیز تیری عزت بادشاہ کے دربار میں تیری خدمت کے موافق ہوگی
 چاہے کہ شاہزادے کے مانند کار شایستہ کرے تو تیری محنت شاء کے دل میں موثر ہوا و پیغام اپنی
 ملاقات کا تجھے بھیجے بلکہ بیابان آپ ہی تیرے پاس جلا آئے اور بے اختیار اسرار اپنی جھاتی سے لگائے
 اگرچہ پہلے دیدار کے لائق نہ ہو لیکن آخر کار اُسی مقام میں آپ کو پہنچائے کہ وہاں تیرا کوئی نہ رہا ہو سکے
 پھر ایسا کام نہ کیجیو کہ شاہزادوں کے مانند داغ لعنت اٹھائے اور کس ناکس کے رو برو برسوا ہو

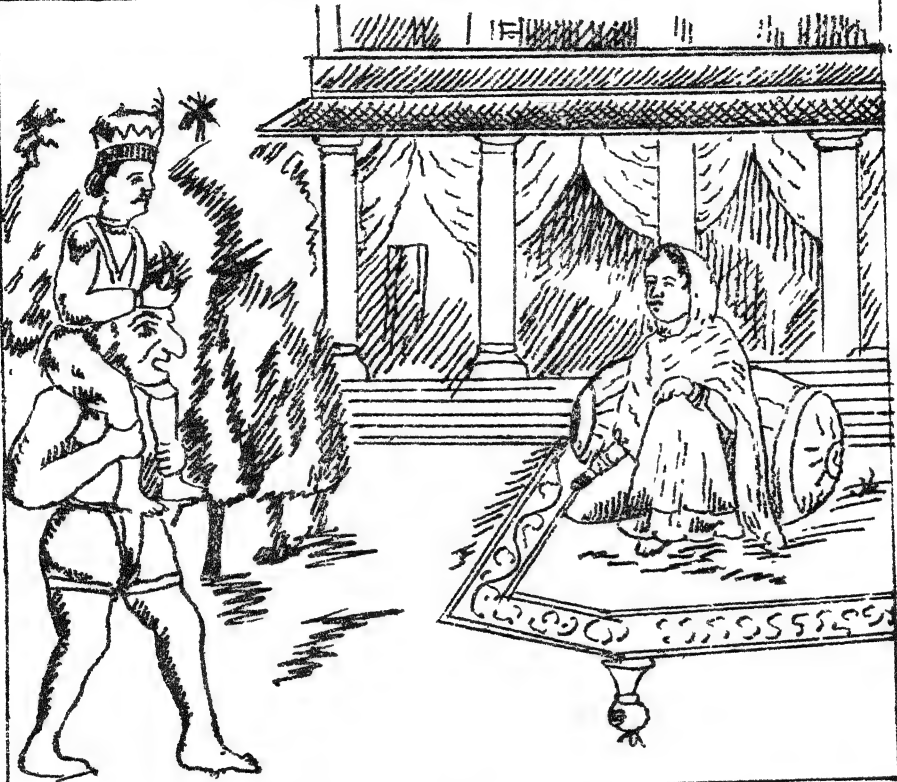
بارھویں استان بکاؤلی کے خصلت ہونگی زیر الملوک اور نامہ لکھنے میں تاج الملوک کو
 زیر الملوک جب اپنی دار السلطنت میں داخل ہوا بکاؤلی اُس سے خصلت ہو کر اپنے باغ میں آئی اور
 ایک اشتیاق نامہ تاج الملوک کے لیے لکھا پھر اُس کو تاج الملوک کی انگوٹھی سمیت سمنر و پری کو کہ خفیہ اُسکے
 ساتھ گئی تھی حوالے کیا اور کہا جلد جا جس وقت شاہراے کو کار بار دنیا سے فارغ اور تنہا پایوہر ان
 ودنون کو اُسکے ہاتھ میں دیکھو وہ اڑ ناگن لے کر اُسی وقت اُڑی ایک دم میں تاج الملوک کے محل میں
 آپہنچی اور کسی طرف گھات میں لگ رہی جب تاج الملوک بکاؤلی کے دھیان میں اکیلے مکان میں
 آ بیٹھا یہ اُسکے روبرو جا کر آداب بجالائی اور وہ امانت حوالے کی شہزادی نے انگوٹھی پہچانی
 اور خط کھول کر پڑھا مضمون یہ تھا نامہ گل بکاؤلی

سبحن ابتدا کر بنام خدا جہاں در کشتے پری کو دیے ذرا اپنے پرتو کی سیلی پہ ڈال ہر جہاں اُسکے جلبے کی دنی دنیا ہر بعد اُسکے میر اسلام پیام ادرا اُس لعل بر خمنے ای گل خلد مگر یہ سخن ہر غلط مشتر ترے ہجر میں غمکہ ہر یو گھر کیا دل ترے غم نے ایسا نکار تو دریا ہوا دین ہوں تہہ جگر دلے میں جو اُنھوں کی زور غل	کہ ہر وہ ہزار جون چہرا جلایا دل آدمی عشق سے ہو اقیس خود بنکے محو جہاں اُسی پر ہر بیتاب ذرہ سدا تجھے ای شہرِ خوبر دیکھنا کیا مثل قمری مجھے طوق دار کہ اک دل کو ہر دوسر کی خبر اگر تو نہ ہو خلد بھی ہر سقر ہوے ایک لڑکیے ٹکڑے ہزار بجھا پیاس کو میرے جلد فکر تو ہونگے ترے لعل لب نہما	ستار دشنے روشن کیا آسمان پری پر دیا پھر اُس کو شرف عیان جن کو بنکے شیرین کیا چراغ محبت کو روشن کیا ترے چشم و ابرو نے اتر مرغ و تنگ کیا ہر دل جان کو خون عشق میں جلتی ہوں جگہ خبر کو نہیں ذرا شربتِ میل منو میں جوا میں سفتہ گو ہوں خوش و خوش ترے غم میں جس سے گند جاؤ گی جواب اُسکا پھر دیکھا کیا تو مجھے دُکھانے کو دل کے نہیں سبھی	کیے جرمی انسان میں پریان کیا تیرا لفت کا اُس کو ہر دہ وہی بنکے فرما دیشدا ہوا شعور اُس پر وا نہ ہو کہ جلا لگائے مرے دل پہ لاکھوں خدنگ جلایا دردِ دل برز عشق نے مرے سوز دل میں اتر کچھ نہیں ہوں پر مراد ہوا دلیر با ہو الماس کی جگہ تجھے طلب اگر تو نہ ہو سچا تو مر جاؤ گی جو چو چھو گئی کاہک مارا تجھے
--	---	---	--

غرض تاج الملوک نے مضمون نامہ کا کہ ہر نقطہ بھرا ہوا شوق سے اور ہر حرف پر ذوق سے تھا
 دریافت کیا عشق کی آگ کہ سینے میں دلی ہوئی تھی بھر کی سیما ب کے مانند بیتاب ہر کہ تر پنے لگا
 آئرش دل کی بقیہ راہی کو تھا بنا چار نا چار صبر کیا پھر قلم فراق رقم کو ہاتھ میں لے کر ایک بندہ

کاغذ کا اٹھا کے نامے کا جواب یوں لکھا نامہ تاج الملوک اور عاشقون کی جلا نے والی
 ہو طرز جفا تری نرالی ہو تو نسیم تنوں کی صفت شکن ہو تو عشق کی رہ میں راہزن ہو اور تری
 آنکھ پر وہ خمدار ہو مست کے پاس جیسے تلوار ہو جا دو ہو تری نگاہ نہان ہو یا برق برائے
 خرمن جان ہو غنچہ ہو ترے دہن سے دلتنگ ہو آگے ترے لب کے لعل بے رنگ ہو روشن ہو
 تجھی سے چشم امید ہو میں فرہ صفت ہوں تو ہو خورشید ہو آسمان زین زہر حسین وائے
 رشک افزائے جان چین تیرے اشتیاق نامے کے مضامین آفتاب نے میرے استخوان کو
 برنگ شمع جلا دیا اور دل مجبور کو داغون سے معمور کیا شور و فغان سے حشر برپا ہوا آہ کا دھون
 چار طرف گھٹ گیا اور شمع شب افروز جو داغ تیرے عشق کی سوزش سے میرے سینے میں
 پڑے ہیں ہرگز نہ مٹیں گے بلکہ جب تک ماہ کے جگر میں کلف ہو یہ بھی چپکا کر ٹنگے یہ بجاو
 کہ تیرا تصور میری آنکھوں سے کسی وقت جاتا ہو یا تیری یاد کسی دم میرا دل بہلاتا ہو
 کوئی گھڑی نہیں کہ جس میں مجھ کو تیری جستجو نہیں اور تیرے ملنے کی آرزو نہیں میں تو تیرا نام
 سُکر دیوانہ ہو کر آنکھوں سے راہ چلا جان کا خطرہ نہ کیا دیوؤں سے کس کس طرح سازش
 کی اور انکی گردن میں کند محبت ڈالی جب کہیں تیرے جال جہان آرا کو ذرا دیکھا اور
 نمک زخم پر چھڑکا فی الجملہ میرے سینہ سوزان کی وہ آگ ہو کہ جس کی ایک چنگاری
 تیرے دل میں جا پڑی یا برق اشتیاق کی ایک تڑپ ہو جو تیرے خرمن کی طرف
 دوڑ گئی بیت ہو فیض عشق کی سوزش جو تیرے سینے میں ہر شرار ایک ہو لیکن
 دوا پگینے میں ہو میں کیا کہوں مجھ سے کیا ہو سکتا ہو جذبہ تیرا ہی کام کا ہو۔
 بیت تانہو دہر کی جانب سے کشش ہو عاشق بیچارہ کہ کیا کر سکے پس زیادہ
 اس راز سے قلم کو آشنا نہ کیا چاہیے کہ گئے ہیں ع قلم کب آشنا ہو راز
 مشتاقون سے اور محرم ہو اسلام پھر خط کو لفظ کر کے اپنی چشم سرمہ سے
 مناک کو بچائے مہر اُسپر رکھا اس کے بعد سمنو پر ہی کے ہاتھ میں دیا اور زبانی
 پیام باشتیاق تمام بہت سے دیے آخر وہ رخصت ہو گئے بکا ولی کے پاس
 آہو بچی جواب نامے کا جواب کیا اور زبانی بھی جو کچھ حال تھا کہہ سنایا

تیرھوین داستان تاج الملوک کے جانے کی بکاؤلی کے پاس اور
قید ہونے میں بکاؤلی کے



انقص جب بکاؤلی نے تاج الملوک کا اشتیاق اپنے سے دونا پایا اور صبر و قرار فین کا بغیر وصال کے
محال نظر آیا سمندر سے کہا کہ حالہ کو جلد حاضر کر دہ سنتے ہی دوڑی ایک پلک میں جا پہنچی حالہ اسکو
مرضطرب دیکھ کر پوچھنے لگی کہ کبھی تاخیر ہو اسی گھبراہٹ کیوں آئی ہو وہ بولی خیریت ہر شہزادی نے تکو باد
کیا ہو دیر نہ کرو جلدی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور غیر کے بلانے سے بید کی طرح کانپتی ہوئی آئی کیا کہتی ہو
کہ بکاؤلی نرگس چشم یار سے بیمار ہو اور ہر شہزادہ کے مانند شکبارہ ماتم زد و ون کی صورت اس
عشر تکدہ میں بنا کے بیٹھی ہو آداب بجا لا کر سر سے پاؤں تک بلائیں لیکر کہنے لگی کہ یا سمن نشاط
و اے گلشن انبساط حیران خیز دل ایسا کیوں تنگ آیا جو تو نے اپنا یہ رنگ بنایا کاہیکو شہنم کی طرح
روئی ہو کس لیے بھول سے کھڑے کو گرم گرم آنسوؤں سے دھوتی ہو تیری بلایہ میرے کو لگے تو ہمیشہ

خوش رہے خدا کے واسطے کچھ بات کر بول اپنے دل کے بھید کو مجھ پر کھول یسکر بکاؤلی نے کہا دھیمہ لالہ
 اتنی باتیں کیوں بناتی ہو جان بوجھ کر بھولی ہوئی جاتی ہو یہ تیری ہی آگ لگائی اور بلا لائی ہوئی ہو جان
 بتے بازیوں سے ہاتھ اٹھا اور اپنی لگائی کو بھائیہ کر توت تیرے داماد کا ہو یا کسی اور کا اور اسکو
 تو نے یہاں تک پہنچایا یا کوئی اور لایا غرض میرے پردہ ناموس میں رخنہ اُسکے ہاتھ سے پڑا اور
 ننگے کھلے اُسے مجھے دیکھا اگر اپنا بھلا چاہتی ہو تو جلد جا اور اُسے مجھ تک لاحقہ یہ بات سنکر نہیں ٹپری
 اور کہنے لگی کہ اتنی ہی بات کے واسطے رو رو کر شہ سجا یا ہو اور اپنا یہ حال بنایا ہو تم اٹھو ہاتھ
 منہ دھوؤ ہنسو بولو اُسکا لانا کہنا کام ہو میں ابھی کان بکڑے آتی ہوں اور ایک آن میں
 تم سے ملاتی ہوں آخر وہ لنگا شترستان کی طرف دوڑی گئی بات کی بات میں تاج الملوک
 کے پاس آپہنچی اور مسکرا کر کہنے لگی اٹھ رہے پردے والے اڑ چل تجھے تیری شمع نے یاد کیا ہو یہ
 سنتے ہی شہزادہ بے اختیار اُسکے پاؤں پر گر پڑا حال نے اُسکا سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا پھر
 کا ندھے پر بٹھا کر بکاؤلی کے ملک کا راستہ لیا اس اتنا میں جلیلہ خاتون کے کان میں یہ ہنک پڑی
 کہ تختاری بیٹی بروگن سی تنگی ہو شاید کسی آدم پردہ پر نرزد دیوانی ہوئی ہو اس بات کی
 تحقیق کرنے کو وہ بکاؤلی کے پاس آئی اور آنا عشق کے اٹس میں دیکھ کر بہت خفا ہوئی اور اپنا
 منہ پیٹ کر بولی اری کو اری تختکاری تو نا پیدا ہو یہ کسے چھپے بروگن لیا ہو اور کس کے لیے یہ
 جوگ سا دھا ہو بیرون کا تنگ و ناموس تو نے کھویا اور کل کا نام ڈوبو یا اُسے یہ باتیں سنکر
 کانوں پر ہاتھ رکھا اور صاف مکر گئی کہ میں سخت سخت کھانے لگی مان کے پاؤں پر گر پڑی اور
 کہنے لگی میں نے تو آج تک عشق کا نام نہیں سنا اور آدمی کو خواب میں بھی نہیں دیکھا کسی نے طوفان
 جوڑا اور تمہمت کی اُسکا نام سچ بتاؤ نہیں تو میں اپنا خون کرونگی اور جان دوں گی یہ حالت اُسکی
 دیکھ کر مان ہی تو تھی کچل گئی مگر ظاہر میں رکھائی سے بولی چل چپ رہو اتنے چھٹال گھٹکھٹے مکر سوسے
 نہ بہا اتنے میں حالہ اس مشتاق کو لے کر پہنچی سمندر وری تو حرم مار تھی اُسے اشارے سے آگاہ
 کر دیا کہ وہ مسافر بھی آپہنچا شہزادی نے بھی اشارے سے کہا کہ ایک مکان چھوٹو میں چھپا رکھو
 غرض پہرات گئے تک تو بکاؤلی جارنا چار مان کے پاس بیٹھی رہی جب وہ پنک پر جا کر
 سو رہی بکاؤلی نے دیکھا کہ خوب غافل ہوئی وہاں سے اٹھی اور دبے پاؤں چلی دل خوف سے

دھڑکتا اور جی شوق سے پھرتا تھا قصہ مختصر اسی صورت سے شہزادے کے پاس پہنچی اسکی نگاہ جو زمین سے
سراپا تازہ پڑی ہوش جاتا رہا غش بہر کر ٹہرا جب تو یہ گھبرا کر ڈوری اُسکا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا منہ سے
سُفہ اور گال سے گال رگڑنے لگی اُس خنجر دھن کی بوک گلاب سے بہتر تھی سو گتے ہی شہزادے کے دماغ میں
قوت آگئی ہوش میں آیا آنکھیں کھول دیں اپنے سر کو اُس زہرہ جبین کے زانو پر دیکھا کوکب بخت کو
افق پر پایا خوش دھرم اٹھ بیٹھا پھر تو پیاری آنکھیں طرفین سے پڑنے لگیں بیان تک کہ ٹٹلی بندھ گئی آخر شراب
شوق کا پیالہ چلنے لگا نشہ اشتیاق دونوں کو چڑھا پر وہ حجاب چھ سے اُٹھ گیا جال کی اور بیباکی کا بازار
کرم ہوا شرم و حیا نے کنارہ کیا جام وصل دونوں نے پیا اور آتش فراق کو ٹھنڈا کیا شنو سی

ہزار افسوس پھر چرخ پر زور	گر یہ گاہ شتری گمراہ سے دور	جہاں دو شخص بیٹھے بلکے کجا	وہیں خاک جہانی اُسے بھیکا
جو دے کل میں نورِ شنائی	تو بجھنے اُسکو سوادِ جہانی	غلط ہو یہ کہاں کہیں فاجی	کہاں ہیں سکی بس تیر جفا ہو

اتفاقاً جمیلہ خاتون آدھی رات کے وقت چونک پڑی چاندنی کی جبار سے باغ بھی اُسوقت نور باغ
بن رہا تھا بید ٹھک اٹھ کھڑی ہوئی اور سیر کرنے لگی ناگاہ اُس جگہ جہاں وہ دونوں خوابیدہ تھے
سوئے تھے جانکی اس حالت کو دیکھتے ہی اُسکی آتش غضب کا شعلہ بھڑکا غصہ دکا نہ گیا تاج الملوک
کہ ماں نہ ملے فلاں جو اسے طلسم میں بند کیا اور بجا دل سے کھینچ کر کھٹکھٹا پنچو سے بھلے رخوان بنا دیا
اُسکے بعد گلتے ان ارم میں کہ اُسکے باپ کا تختہ و تختہ سپاہ منہ لٹکتی اور جو اپنی آنکھوں سے دیکھا
تھا فیر و زشاہ سے کہا کہ سنئے کہنی پر بیان خوش بیان چرب زبان اُس شمع رو کی مصاحبت میں مقرر
کین کہ اُسکو نصیحت کیا کیونکہ وہ انجان کا نقش اُفت اُسکے لوح دل سے دھویا کہیں جہاں نہ وہ
اس کام میں دن رات مشغول تھیں بکین کا کوئی کی دلی ہوئی آگ عشق کی اُنکی باتوں سے
سنگ اُٹھتی تھی شعلہ اشتیاق و ناتانک جاتا تھا دن ہر کسی کے ساتھ بھٹک کاٹتی تھی اور رات بھر
یار کے خیال میں جانتی تھی اور یہ غزل اپنے حسبِ حال پڑھتی تھی غزل

کوئی نہ میری طرح ہی ہوتا ہے فراق	تمام عمر نہ سر سے گئی بابائے فراق	غریب عاشق و بیدلِ غیر سرگردان
خطاب تیا ہو کیا مجھ کو بادشاہ فراق	ہریشہ سینہ سوزان سے شعلے اُٹھتے ہیں	دل جگر کھلاتے ہیں اغماے فراق
فراق کو تیری فوقتہ کا تیلایہ گردن	کہ خوب جان بھر دے میں یہ ہاے فراق	کہاں فراق کہاں ہیں کہاں وہ خوب
فلک کے ہاتھ اب ٹٹل جائے پائے فراق	میں جاہ پاؤں کیاں کیا کرواؤں کج	فراق کو ہی کوئی چوڑے سر نہ فراق

اگر فراق ملے مجھ کو جان سے ماروں نہ شکر دیدہ سے بھر دوں میں خود نبھائے فراق نہ بقول حافظ شیراز
اب مرے دل سے نہ برنگ مرغ سحر آتی ہو صدائے فراق نہ جب پر یوں نے اُسکے فرج میں نہ بدن
سو دے کو بڑھتے پایا جانا کہ عشق نے اُسکے دل میں گھر بنایا ناچار ہو کر فیروز شاہ سے عرض کی کہ پہنچ
اپنا ہتیرا مغر پھر آیا اگر فائدہ کچھ نہ پایا وہ کسی طرح نہیں سمجھتی پتھر کو جو تک نہیں لگتی خبر شرط تھی
سو کی آگے جو ارشاد ہو فیروز شاہ نے اس ماجرے کو سُکر جانا کہ بیٹی ہاتھ سے جا چکی نصیحت
مطلق نہیں ملتی بجاؤ لی کو طلسمات میں قید کیا اُس سین کے پانوں میں ہونے کی زنجیر کو بھر دیا

چودھویں داستان تاج الملوک کے دریاے محیط میں پرنے کی اور سلامت
ہو پھنچنے کی وہاں سے بیابان میں اور تبدیل ہو جانے میں صورت اصلی کے

کہتے ہیں کہ جب جمیلہ خاتون نے شاہزادے کو ہوا پر بھینکا وہ ایک دریاے عظیم میں جا پڑا اور اُسکے
تلاطم سے تہ دہلا ہونے لگا کبھی موتی کے مانند پیچھے جانا تھا اور کبھی حباب دریا کی طرح بانی پر
تر آتا تھا چند روز کے بعد کنارے پر پہنچا سچ ہو کہ عاشقوں کی جان غریب تک اجل کا ہاتھ
یک بیک نہیں پہنچتا اور موت کا پنجہ اُنکے مرغِ روح کی گردن نہیں مڑوڑ سکتا کوئی دق جان باقی
رہی تھی تری سے خشکی میں آیا آفتاب کی گرمی سے ہاتھ پانوں کھلے حرکت کے قابل ہوئے اور بدن
میں زور پیدا ہوا اٹھ کر ذرا آگے بڑھا سامنے ایک جزیرہ نظر آیا اُس میں جا کر وار دہنا اقسام قسام
کے میوہ دار درخت اُس میں تھے اور ہر اُدھر پھرنے لگا اتنے میں ایک ایسا باغ نظر آیا کہ اُسکے
درختوں کے پھل دیویوں کے کائے کے مانند تھے یہ جو اُسے دوچار ہوا وہ کھل کھل کر خوش ہوئے
پھر سب کے سب میں بر گڑے ایک ساعت کے بعد اور کھلے اُن شاخوں میں پیدا ہوئے شاہزادہ یہ
تماشا خدا کی قدرت کا دیکھ کر نہایت حیران ہوا بلکہ ڈرا اور وہاں سے آگے بڑھا ایک باغ انار کا ملا
اُس میں ہر ایک انار گھڑے کے برابر تھا تاج الملوک نے ایک انار جو توڑا اُس میں سے چھوٹے چھوٹے
چرند خوش رنگ نکل آئے پھر سب کے سب چڑیوں کی طرح اڑ گئے شاہزادہ یہ صنعت خالق کی دیکھ کر اور
بھی دنگ ہوا علیٰ ہذا القیاس ایسے ہی ایسے عجائب اور غرائب چند روز تک دیکھا کیا غرض جس ہزین
پر جا پہنچا ایک نیا ہی تماشا نظر آیا کی طرح وہاں سے رہائی نہ پاتا تھا ایک نے نہایت تنگ ہو کر

پہونچ نہیں سکتا کیونکہ اُسکا ایک بڑا سانپ نگہبان جو اُسپر تلوار و تیر کچھ کارگر تھیں ہوتا سچون نے مینا
 سے پوچھا کہ پھر کس طرح کوئی دہان ہو چنے مینا نے کہا ایسا کوئی جو اُمرد ہو کہ گھبرانہ جاوے اور ہمت
 باندھے ہوئے اس حوض کے کنارے آپ کو پہونچائے وہ سانپ لپک کر جب اُسپر آئے وہ حوض میں
 کود پڑے فوراً اُسکی صورت کوئے کی ہو جا دیگی کچھ اُسکا اندیشہ ٹکرے اور اُس کو اس درخت کے کچھ طرف
 ڈالی پر جا بیٹھے اُسین کتنے سبز اور کتنے لال پھل لگے ہیں گر لال پھل توڑ کر کھا جائے تو پھر اپنی اصلی صورت پر
 آجائے اور سبز پھل کی یہ تاثیر ہو کہ جو اُسکو سر پر رکھے تو کوئی حریف نہ کرے اگر مکر میں باندھے تو ہوا پر اُڑنا پھر
 اور تہیوں کا خواص یہ ہو کہ زخم پر اُسٹین رکھے تو فوراً بھر آوے اگر اُسکی لکڑی ہزار سن لوہے کے قفل کو چبوائے تو سیوت
 گھل جائے تاج الملوک عجیب غریب باتیں سن کر حد سے زیادہ اس درخت کا شاق ہوا صبح ہوتے ہی اُس پتے پر چلا ہوا
 آپ کو اُس حوض تک پہونچایا سانپ بھی اُسکو دیکھتے ہی لپکا شہزادہ طلق نہ جھپکا حوض میں کود پڑا پھر کو اُنکا اُس
 درخت کی اُسی سیوہ دار ڈالی پر جا بیٹھا اور ایک لال پھل کھا کر اپنی اصلی صورت پر آگیا پھر اس کے بعد کچھ سبز پھل
 توڑ کر مکر میں باندھے اور ایک لکڑی بھی لاسٹھی کے موافق لے لی پھر تصویر سی چھال کر حسین ٹوپی بنے اور کچھ پتے لے کر
 دہان سے اُڑا چند روز کے بعد بنگل سے باہر نکلا آثار آبادی کے دکھائی دیے دہان ایک نوکدار لکڑی لیکر اپنی لڑن
 کو چیرا اور کالے کاسن اُسین رکھ کر وہی پتے زخم پر رکھ دیے فوراً اچھا ہو گیا پھر دہان سے آبادی کی راہ لی
 پندرھویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے ایک حوض پر اُس میں غوط
 مار کے تبدیل ہونا اُس کی شکل کا



نقل ہو کہ تاج الملوک ایک سنگ مرمر کے حوض پر جسکے چار طرف رنگ برنگ کے پھول بھولے ہوئے تھے
جاپو پچا وہ سہانی جگہ اور ٹھنڈی چھانودیکھ کر شاہزادہ ایک آن سو گیا جب آنکھ کھلی اور پانی کی صفائی
ملاحظہ فرمائی تو پانی اور عصا ایک درخت کے نیچے رکھ کر اس میں اُترا اور غوطہ مارا جو ہمیں پانی سے باہر نکلا
اُس حوض اور مکان کو نپایا بلکہ ایک شہر کے متصل جاپو پچا اسکے سوا کیا دیکھتا ہو کہ علامت مردی
کی جاتی رہی اور صورت عورتوں کی سی ہو گئی گل سے رخسارے کہ خط سبز سے سبزہ زار تھے یا سمن کے
مانند مصفا ہو گئے اور صندل سی چھاتی پر آتا رکچوں کے نمود ہوئے تاج الملوک اس آفت ناگمانی
سے نہایت گھبرایا صبر کے سوا اور کچھ تدبیر نہ سوچی ناچار شکیبائی اختیار کی اور ایک جگہ
شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا اس میں ایک جوان دہان آیا اُس نے دیکھا کہ ایک عورت نو جوان پاکیزہ و
نہایت حسین بیٹی ہو اگر حور کیسے تو روا ہو اور پری کیسے تو بجا ہو غرض جو اتحاد دل اُس پر آ گیا پوچھا
ایرنا زمین تجھ پر ایسی کیا آفت پڑی ہو جو اس دیرانہ میں آکر بیٹھی ہو اُس نے کہا میرا باپ تاجر تھا
جہاں تجارت کے واسطے جاتا تھا مجھ کو اپنے ساتھ لیجا تا تھا گل اس جنگل میں مع قافلہ آکر اُترا آدھی رات
کو ڈاکر بڑا بہت مال لٹ گیا وہ رفیقوں سمیت مارا گیا ساتھ چھٹ گیا قافلہ کے لوگ اپنی اپنی جان
لے کر بھاگ گئے فقط میں اس دیرانہ میں بکیر بگئی اب یہاں نہ کہیں رہنے کا ٹھکانا ہو نہ بیٹھنے کا
نہ طاقت چلنے کی ہو جو ان نے کہا ایرنا زمین اگر تو مجھے قبول کرے تو میں تجھے اپنے گھر بچوں اور صاحبان
بنا کے رکھوں اسکی بھی آتش شہوت جو ان کے دیکھنے سے شعلہ زب ہوئی تھی اس بات پر راضی ہو کر
اُسکے ساتھ گیا جو رہنے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا اس واردات عجیب سے کبھی نہتا اور کبھی روتا ہر طرح
سے اپنے دن کاٹتا اس اثنا میں اُسے حمل نمود ہوا تو ہمیں نے کے بعد ایک بچہ جنا چا لیسویں روز
ایک حوض میں کہ اُسکے گھر کے نزدیک تھا جا کے ایک غوطہ مارا جو ہمیں سر اٹھایا تو دیکھا نہ وہ
سرمین ہو اور نہ وہ صورت خدا کی قدرت سے آپ کو ایک حبشی جو ان کی شکل دیکھا کما احمد شاہ اگرچہ
جال ہلی تو نہیں ملا لیکن عورت سے بھر مرد تو ہوا غرض اسی خیال میں تھا کہ ناگاہ ایک عورت
حبش کی سی وضع اور پرکا ہونٹ اُسکی ناک کی پھنگ سے لگا ہوا اور نیچے کاٹھوڑی کے نیچے
پڑا ہوا کان شانوں تک چوچیاں رانوں تک سر کھولے ہوئے زبان سے ہونٹ چاٹتی ہوئی
سامنے سے نمود ہوئی اور اُسکی کمر بکڑ کر پجاری کہ ایرنا جیست میں دن سے لڑکے بھوکے پیاسے

مرتے ہیں اور میں تیری تلاش میں سرگردان پھرتی ہوں تو کہاں چھپ رہا تھا بھلا جو ہو اسو ہوا
اب دو تین دن کی لکڑیاں تو لا کر اُٹکو بچکر لڑکے بالے کھانے کو لاؤ میں تاج الملوک نے آسان
کی طرف دیکھ کر کہا خدا یا کب تک مجھ کو اس عذاب میں گرفتار رکھے گا ابھی دیکھ کے ہاتھ سے چھوٹ کر
دم نہیں لیا تھا کہ بلا کے بچے میں پھنسا قصہ کوتاہ وہ نا پاک کشتان کشتان اپنے گھر لگی چار طرف سے
لڑکوں نے آکر گھیر لیا کہ بابا ہمارے واسطے کیا لائے شہزادہ چپکا ایک ایک کاٹھنہ دیکھنے لگا اتنے میں
اُس چڑیل نے ایک کھٹاڑی تاج الملوک کے ہاتھ میں دے دی کہ جا کر لکڑیاں کاٹ لا شہزادہ اس فرصت
کو غنیمت سمجھا جنگل میں گیا لیکن اس طلسمات عجیب کی حالت سے حیران تھا دل میں سوچا کہ دوبار
حوض میں غوطہ مارنے سے صورت تبدیل ہو چکی ہو تیسری دفعہ بھی امتحان کیجیے اور دیکھیے کہ اب
کیسی شکل بنتی ہو پھر ایک حوض میں جا کر غوطہ مارا جب سر نکالا آپ کو بصورت اصلی پہلے حوض
کے کنارے پر پایا لاشعی اور ٹوپی کو بے تفاوت رکھے ہوئے دیکھا سجدہ شکر کا درگاہ انہی میں بجالایا
اور دل میں ٹھہرایا کہ اب کسی حوض میں غسل نہ کیجیے بلکہ ہاتھ بھی نہ ڈالیے پھر لاشعی ہاتھ میں لے اور
ٹوپی سر پر رکھ روانہ ہوا اور آریا ران دہر حق تعالیٰ نے نبی آدم کے سر پر کرامت کی ٹوپی پہنا کر اور
عصمت کا عصا ہاتھ میں لیکر طلسم گاہ دنیا میں کمر فرغ آخرت ہو عاقبت کی تکمیل کے لیے بھیجا ہو پس
انسان کو چاہیے کہ گل اور خار اور آج شراب خوب پیچا نے ہر ایک باغ کے پھول کو نہ سونگھے ہر ایک نہر سے
گھڑا نہ بھرے کہ بیان کا نئے گل سے رنگین اکثر ہیں اور شراب بصورت آب ادھر ادھر ہوا جو عزیز
اگر گوہر دنیا کے لینے کو چشمہ جہان میں غوطہ مارے گا مقرر اپنا کلاہ اور عصا کھو دیگا یہ حکم اس بات پر
ہو کہ طالب دنیا مونت ہیں اور طالب مولیٰ مرد ہیں تیرا پیکر معانی جو مانند مرد کامل ہو بصورت نان
ناقص العقل ہو جائیگا پس اس وقت خلیبائی کے سوا کچھ چارہ نہیں چاہیے کہ دم بخود ہو کر بھردیاے
ذکر اُتھی میں غوطہ مارے اسکے بعد جو سراٹھا دیگا وہی عصا ہاتھ میں اور وہی ٹوپی سر پر دیکھے گا

سو لھوین داستان ہو پنچنے میں تاج الملوک کے دیو سیاہ پیکر کے مکان میں
اور ملنے میں بکاؤلی کی چچا زاد بہن روح افزا سے

نقاش سخن اس حکایت کی تصویر صفحہ بیان پر یوں کھینچا ہے کہ جب تاج الملوک نے یہ صدمے اٹھائے

پھر زمین پر پائون رکھنا چھوڑ دیا سبزیوں کی قوت سے ہوا پر جاتا تھا ایک روز ایسے بھار پڑا
 گذر کہ کوہ قاف بھی اُسکے آگے ایک بپہ سا نظر آئے اُس پر ایک پتھر کی جوبلی دیکھی شاہزادہ نقشیش
 حال کے لیے اُس میں گیا ہر چند پھر لیکن کسی ذکیات کا اخروہ مان نہ دیکھا ہر ایک مکان کو دھوڑنے لگا
 ناگاہ ایک آواز دروناک اُسکے کان میں آئی وہاں جا کر دیکھا ایک عورت خوب حسین لکھنی صفائی
 پر نظر پھیلی جاتی تھی بلکہ اُسکے دیکھنے سے ہاتھ پائون میں سننا ہٹ چلی آتی تھی بنگ پڑی ہچکیاں
 لے لے روتی تھی شہزادے نے سر سے ٹوپی اتار کر اُس سے پوچھا کہ اس آرام جان اس جوانی کے عالم
 میں تیری جدائی تیرے عاشق بیدل کے دل پر ایک ستم ہو اور تیرے حریاق وصل سے دوری
 اُسکی حق میں سم ہو تو نے اُس سے کنارہ کیوں کیا اور داغ فراق کا اُس بیچارے مشتاق کے
 دل پر کس واسطے رکھا اس نازنین کو یہ کلام رندانہ سن کر بہت حیا آئی او اُس چھپر چھاڑکی باتوں
 سے نہایت شرمائی پھر دوپٹے کا اچھل ٹھنڈے کر بولی ارے تو کون ہو مگر تلاشی عزرائیل کا ہو جلدی
 یہاں سے بھاگ نہیں تو ابھی مارا جائیگا تاج الملوک بولا اگر میرا سر کرنی الحقیقت میرے نزدیک ایک بار
 ہو تجھے رغبت ہو تو حاضر ہو اور جو کسی دشمن سے ڈراتی ہو تو ہرگز میں نہیں ڈرتا شعر نہیں ڈرتا میں مرنے سے
 ڈراتی ہو تو کیا جھکوؤ کہ جی پر کھیلنا ہو سہل زندہ لا ابالی کا بدبہر حال تو مجھے اپنے حال سے مطلع کر اُس
 زہرہ حسین نے سر اٹھا کر کہا کہ میں بری ہوں اور میرا نام روح افزا ہو منظر شاہ تخت نشین خبرہ دروہ
 کا میرا باپ ہو ایک وزیر اپنے چچا کی بیٹی کی عبادت کے لیے کہ اُسکا نام بکاؤلی ہو گلستانِ رم میں لگی
 تھی پھرتے ہوئے ایک دیو سیاہ رونے راہ میں مجھے پکڑا اور یہاں لے آیا اب مجھے نزدیک کیا چاہتا ہو
 اور میں دور بھاگتی ہوں اس واسطے جھکونی نئی طرح سے ستا ہوا ہر روز ایک آفت تازہ میرے سر پر لانا ہو
 یہ سن کر تاج الملوک نے پوچھا کہ تیرے چچا کی بیٹی کو کیا مرض ہو اُس نے کہا وہ کسی آدم زاد سے عشق رکھتی ہو
 مگر مدت کے بعد اُسے ہزار خرابی وہ ملاحظا ایسا بچوگ پڑا کہ پھر جدا ہو گیا اب اُسکے فراق میں وہ
 رشک حور مجنون کے مانند دیوانی ہو رہی ہو اور اپنی جان شیریں کو اُس فساد وقت کے غم میں
 کھو رہی ہو کچھ اسکا تذکر نہیں ہو سکتا اس لیے میرے چچا نے اُسکو قید کیا ہو اور ناچار ہی سے
 اُسکی اذیت کا صدمہ اپنے اوپر لیا ہو اس ماجرے کو سن کر شہزادے کی حالت تغیر ہو گئی
 آنکھیں بھرا کین لب پر آہیں دل و دماغ میں غلغل ہو گیا چہرے کا رنگ اٹھ گیا روح افزا نے

یہ حالت دیکھ کر کہا باوجود ان گرمیوں کے موجب آہ سرد کا کیا ہو شنہ راہ بولا کہ میں ہی گرفتار
 بلائے دوری ہوں جسکی مجبوری سے تیرے چچا کی بیٹی کی وہ حالت ہوئی ہو اوصرف اسکا دل
 گھبراتا ہو اوصرف میرا آوارگی میں جی جاتا ہو غرض شاہزادے نے اپنا تمام قصہ روح افزا کے روبرو کہا
 وہ سنکر نہایت متعجب ہوئی اور دونوں کی محبت پر ہزار ہزار آفرین کی اُسکے بعد کہنے لگی اگر میں
 اس دیو کی قید سے نجات باقی تو تیرے جگر کے زخم پر مرہم لگاتی شاہزادے نے کہا اب تجھ کو کون
 روک سکتا ہو اس قید خانے سے ابھی نکل جس طرف تیرا جی چاہے شوق سے چل اگر اس دیو کا
 تیرے جی میں ڈر ہو تو دیکھ لیجیو کہ ایک ہی حملے میں اُسکا کیا حال کرتا ہوں لیکن اندیشہ یہ ہو کہ
 میرے پاس کوئی حربہ نہیں روح افزا نے دیو کا سلح خانہ اُسکو بتا دیا اُسنے پھر وہاں جا کر ایک
 تیغ ابدار اُٹھایا اُسکے پاس جا کر سراج القرب کا عصا پائون میں چھو یا بیڑیاں اُس نا زنین
 کے پاؤں نازک سے کٹ کر گر پڑیں اُسکے بعد دونوں نے جزیرہ فردوس کی راہ لی چند ان دور
 و دونوں گئے تھے کہ ناگاہ ایک آواز مہیب پیچھے سے آئی روح افزا نے کہا اے شاہزادے ہوشیار ہو
 دشمن خور خوار آن پہونچا فوراً تاج الملوک نے کھانا بخل سے نکال کر روح افزا کے سر پر رکھ دی اور آپ
 دیو کی طرف متوجہ ہوا دیو بھی سامنے آیا شاہزادے نے لٹکا کر کہا کہ اود یو بعین خبردار قدم آگے
 نہ بڑھانا نہیں تو ایک ہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کر دینا دیو یہ سنکر بجلی کی طرح ٹرپا اور دانت نکال کر
 بولا عجب تماشے کی بات ہو کہ جیوٹی ہاتھی سے مقابلہ کیا چاہتی ہو اور چڑیا سرخ سے لڑا چاہتی ہو
 مجھے ننگ آتا ہو کہ کھسی کے خون سے کیا ہاتھ بھرون اور جس ہاتھ کے ٹپا کچے کا زور کوہ قاف کے
 منہ کو پھیر دے ایک مشت خاک پر کیا ماروں خیر میری معشوقہ کو مجھے دے اور تو اپنی راہ لے
 کہ میرا دل اُسکے شمع جال پر پروانہ کی طرح جلتا ہو اور اُسکے سوز عشق سے وسیم بگھٹتا ہو
 شاہزادے نے کہا اے مرد دو گندہ دہن لائق نہیں کہ تو روح افزا کو اپنی معشوقہ کے خدا کا خوف
 کرتا ہوں نہیں تو ابھی تیری زبان کاٹ لوں دیونے یہ زبان درازی اور لاف زنی شاہزادے
 کی دیکھ کر دیگ کے مانند آتش غضب سے جوش میں آکر سومن کا پتھر اُٹھا کر شاہزادے کی طرف
 پھینکا وہ اُس سبز مہرے کے زور سے اچک کر ہوا پر جاتا رہا اور سراج القرب کا عصا ایسا
 دیو کی گردن پر مارا کہ تمام بدن اُسکا کانپ گیا اُسکے بعد غصے سے کہا کہ اے مرد ہوا جو عین ابکی بار

تو میں نے رحم کیا اگر ایک ہاتھ اور مارتا تو دو ہی کر دیتا جب دیو نے حریف کو نہایت شہ زور پایا ایسا شور
چلایا کہ چاروں طرف سے ہزاروں دیو گادسرا و قیل تن آپہنچے شہزادے کو گھیر لیا تاج الملوک نے بھی اُسی میدان
میں جیسی چاہیے ویسی ہی جو انمزدی کی داد دی اور دیوؤں کی لڑائی بات کی بات میں ماری اشعار

یہ تلوار کی اُس جری نے وہاں	زمین ہلگئی کانپ اٹھا آسمان	لڑائی نے ہرست کاڑے تھے پا
کہیں صلح کی ہاتھ آئی نہ جا	کیسے قتل اُس نے تو لاکھوں پسید	پہ تیغ اُسکی کہتی تھی ہل من فرید
وہ انسان یوؤں سے ایسا لڑا	کہ مرجح کہنے لگا مرحبا	ترپے تھے وہ خاک پر بے شمار
زمین ہو گئی تھی کف رعشہ دار	بہا تھا یہ اُنکے تنوں سے لبو	کہ تھی کوہ پر خون کی آب جو

غرض جب بچے بھاگے پھرتی کے ساتھ رہا کھیت بس شاہزادے کے ہاتھ

لیکن تاج الملوک لڑتے لڑتے اور چالاکیاں کرتے کرتے بہت تھک گیا تھا غش کھا کر گر پڑا روح افزا
دوڑی آئی اور سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا گلبرگ سا ہاتھ اُسکے سینے پر پھیرا اور اپنے بوسے دہن سے
کہ رشک غنچہ انگلی تھی ہوش میں لائی اور ٹوپی سر سے اتار کر شہزادے کے آگے رکھ دی اور اُسکی
جو انمزدی پر ہزار ہزار آفرین کی پھر اٹھ کر جزیرہ فردوس کی راہ لی جب دونوں نزدیک شہر کے
پہنچے روح افزا تاج الملوک کو ایک باغ میں کہ اُسکا نام بھی روح افزا تھا بیٹھا کر آپ مان باپ
کی ملاقات کے لیے گئی اُنھوں نے اُسکے آنے سے زندگی دوبارہ پائی اُسکا ماتھا اور آنکھیں
چوہین پھر سرگزشت پوچھی روح افزا نے اذیت دیو ستکار کی اور مروت اور جو انمزدی شاہزادے
شجاعت شعار کی بیان کی لیکن یہ نہ کہا کہ بکاؤلی کا عاشق وہی ہو منظر شاہ سننے ہی اٹھ کر باغ
میں گیا اور شہزادے کا شکر و احسان بمرتبہ بجالایا مدارات بہت سی کی ایک سند پاکیزہ اور
نئی بچھوادی پھر کتنی پر بیان اور پر نیراد اُسکی خدمت کے لیے مقرر کر کے اپنے دو تھانہ میں آیا

سترھویں داستان خط لکھنا منظر شاہ کا فیروز شاہ کو روح افزا کے
پہنچنے کا اور آنا بکاؤلی کا مان کے ساتھ اُسکی ملاقات کے لیے

راوی شیرین زبان یون بیان کرتا ہے کہ منظر شاہ نے ایک خط روح افزا کے پہنچنے کا فیروز شاہ کو
لکھ کر بھیجا وہ اُسکو بڑھکے نہایت شاد ہوا اور فرمایا کہ جیلہ خاتون روح افزا کے دیکھنے کو حبلہ جائے اور

اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے بکاؤلی نے جو مان کے جانے کی خبر سنی کھلا بھیجا کہ میں بھی بہن کی
 ملاقات کو تمھارے ساتھ چلوں گی جمیلہ خاتون نے اس بات کو مناسب جانا اس واسطے کہ شاید وہ ان
 کے جانے سے اسکا غم نہ دل کھلے اور مکانات مختلفہ کی سیر سے رنگ کدورت آئندہ دل سے جائے
 پاؤں کی ریختہ کاٹ دی اور اپنے ساتھ لے کر جزیرہ فردوس کی راہ لی مظفر شاہ نے جب سنا کہ
 جمیلہ خاتون مع بکاؤلی آتی ہو روح افزا کو استقبال کے لیے بھیجا جب اُس سے دوچار ہوئی روح افزا
 نے چچی کو جھک کر سلام کیا اور قدموں پر گر پڑی اُس نے سر اٹھا کر چچا سے لگایا آنکھیں چوہین
 بلائیں بہن پھر دونوں بہنیں دیر تک آپس میں گلے ملیں مبارک سلامت کی صد اُطرافین سے بلند
 ہوئی پھر روح افزا نے مسکرا کر بکاؤلی کے کان میں کہا تمھیں بھی اپنے چاچے حکیم کا آنا مبارک ہو
 اب اسکو شوق سے بغض دکھاؤ اور ضربتِ وصل پیو یہ سنکے مان کے خون سے اسوقت تو خاموش
 ہو رہی ہو چہ نہ سکی پر دل ہی دل میں کچھ شاد کچھ غموم ہوئی القصر روح افزا دونوں کو اپنے گھر
 بآئیں شایستہ لائی مظفر شاہ اور حسن آرا بھی جمیلہ خاتون سے ملے نہایت شفقت اور مہربانی
 سے پیش آئے پھر اِدھر اِدھر کا ند کو رنگا دروازہ گفتگو کا کھلا آخر شروح افزا کی رہائی کا ذکر بھی
 درمیان میں آیا اُس نے اسکو اور ہی ڈھب سے ادا کیا غرض جمیلہ خاتون ایک رات ریکر دوسرے
 دن رخصت ہوئی روح افزا نے اسوقت عرض کی کہ میں جا رہی ہوں چند روز بکاؤلی میرے پاس
 رہے شاید یہاں کے رہنے سے اُسکے آئینہ طبع کا رنگ چھٹے نورِ عقل آئیں نمایاں ہو اور تاریکی
 سودا پنہاں جمیلہ خاتون نے کہا اچھا کیا مضائقہ ہو چنانچہ ایک ہفتہ کی اجازت دی اور گلستانِ ارم
 کی راہ لی روح افزا بکاؤلی کو اکیلے کر بیٹھی باتیں عشق آمیز کرنے لگی طولِ بہت سا دیا آخر
 تاج الملوک کے سوز و گداز سے بھی کچھ کنایہ کیا بکاؤلی ہچکچی کے سبب سے شرمندہ ہو گئی اور مارے
 حیا کے پانی پانی ہو گئی پھر غصے سے شہ پھر کر بولی واہ واہ بوا مجھے یہ نہیں خوش نہیں آتی اور اسی
 چہرہ چھپا رہیں بھاتی یہ تم اپنی بیٹی ہوئی مجھے پردے میں سنا تی ہو میں نے جانا کہ تم اس دیو کا
 دل ہی دل میں غم کھاتی ہو یہ کہاوت تم پر بھبھ گئی مثل ہاتھوں ہمدی پاؤں ہمدی اپنے لچھن
 اور وں دیندی پڑیں زیادہ ہیودہ مت بکو قسم ہو حضرت سیامان کی میں ابھی اپنے گھر چل جاؤں گی
 پھر کبھی تمھارے گھر نہ آؤں گی بھلا شمعِ فانوس کو پروانہ سے کیا نسبت اور غنچہ سرستہ کو بلبل سے کیا نسبت

کہان پر ہی کہان انسان یہ تمھارا صرف گمان ہو روح افزا نے جب دیکھا کہ یہ کسی طرح ہاتھ نہیں آتی اور
 کسی صورت دھوکا نہیں کھاتی کہنے لگی اے بہن یہ تو بین نہیں کہتی کہ تو کسی کو چاہتی ہو یا خدا نخواستہ
 کسی کے درد سے کراہتی ہو بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں کہ تو شیخ فائوس ہو کوئی پروانہ جو آپ سے آکر چلے تو
 تجھ کو اس کے جلنے سے کیا اگر ہزار دن گل نیلوافر دریا سے عشق میں ڈوبیں سورج کو کیا پروا غرض اسی وضع
 کے اور ذکر نکال کر اُسکے غصے کو نالہ کر بھلا دے میں ڈال کر ہاتھ لے کر اُس مکان کی روش پر کہ حسین تاج الملوک
 رہتا تھا آکر بھرنے لگی اتنے میں آواز دردناک اُس مرض عشق کی بجائے کان میں پہنچی شکر بھین ہوئی
 آخر وہ نہ سکی روح افزا سے پوچھا کہ یہ کیسی صدا ہو اُس نے کہا ایک شکار نوگز قمار نالان ہو آج تجھے اُسکا
 تماشا دکھاؤں اور اچھی طرح سے اُسکی آواز سناؤں غرض بکاؤلی کو دھوکا دے کر شاہراہ کے آگے
 لاکر کھڑ کر دیا تاج الملوک سے دو چار ہوتے ہی اختیار کی باگ اُسکے ہاتھ سے چھٹ گئی اور جس صبر قرار
 کی لٹ گئی وہ بھی آتش شوق کا جلا ہوا صبر نہ کر سکا دوڑ کر اُس چشمہ خوبی سے بے اختیار لپٹ گیا
 بکاؤلی نے بھی دامن حیا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ اُسکی گردن میں حائل کر دیے پھر تو دونوں جلے ہوئے آتش
 فراق کے دل کھول کر روئے اور غم جدائی کے دفتر اپنے اپنے خوب دھوئے روح افزا یہ حالت دیکھ کر
 ٹھٹھا مار کر مہنسی اور کہنے لگی بھینا تو تو اب تک دنیا کی لذت سے واقف نہیں بیگانہ مرد کا بھی مُنہ
 آج تک دیکھا نہیں پھر اس نامحرم مرد سے کے گلے لگ کر زرار کیوں روتی ہو اور اُسکے غم سے اپنا نکھاسا
 جیو راکس لیے کھوتی ہو تو نے میرے چچا کا نام ڈبویا اور سارے کنبے کو کلنگ کا ٹیکا لگایا یہ بات شکر بکاؤلی
 نے کہا اے روح افزا اگر تو نے مجھ سینہ نگار کے زخم پر مرہم لگایا ہو تو ناخن طعن سے نہ چھیل اور جو شربت
 دیدار بلایا ہو تو زہر ملامت نہ کھلا اب تو بچھیر میرا زبا نکل ظاہر ہو گیا اور پردہ کھل گیا میرے حق میں
 جو تو چاہے سو کر فخر ہو القصد وہ عندلیب شیدا در وہ گل رعنا چن نشا طین بخوبی ہنسے اور بولے
 اور اپنے اپنے اشتیاق کے ہر ایک نے دفتر کھولے کئی رات دن بوس کناری لذت خوب طرح اُٹھائی
 اور جام وصل سے اپنی اپنی پیاس جی بھر کے بجھائی آخر ایام وصال کے آخر ہوئے بجائے دلی کی روانگی کا
 دن آہو بچھا تاج الملوک پھر بستر بیکراہی پر گر آ اور ماہی بے آب کے مانند تڑپنے لگا یہ حالت دیکھ کر
 اُس نے بھی چاہا کہ حیا کے پردے کو اُٹھا کے ویسا ہی اپنا حال بنائے کہ روح افزا بولی زہارا میں
 یہ حرکت نہ کرنا حق رسوائی ہوگی اور جگ ہنسائی چند روز اور صبر کر انشاء اللہ تھوڑے دنوں میں

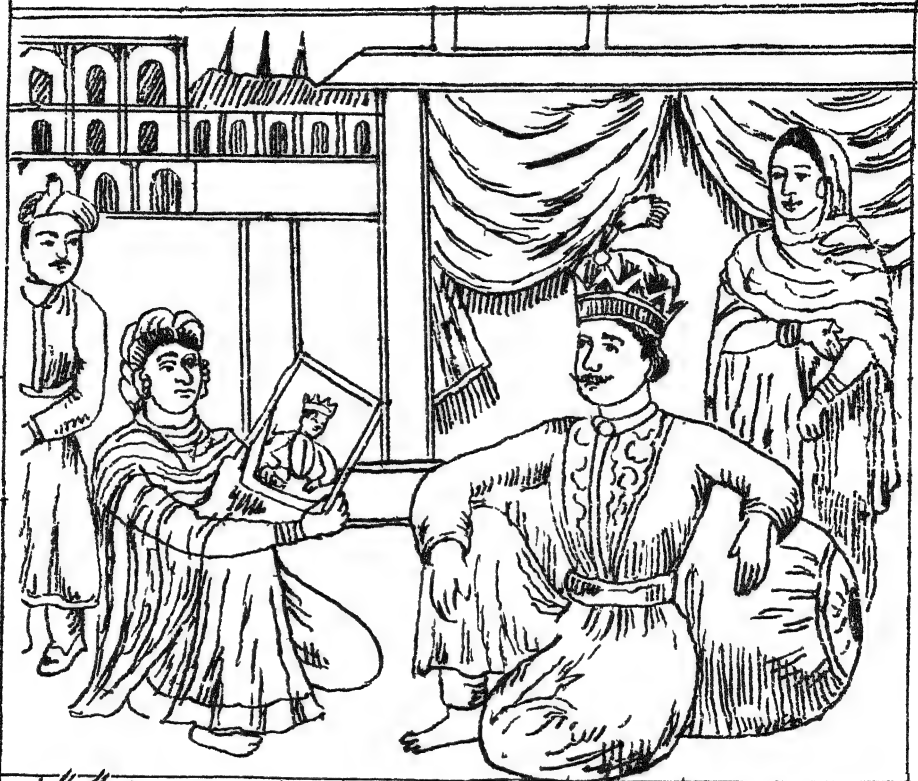
تجلی تیرے چاہنے والے سے بخوبی ملاتی ہوں اور شربت وصال دن رات پلاتی ہوں زمانہ فراق کا
اب تھوڑا رہا ہو اور روز وصال کا نزدیک آ پہنچا ہو خاطر جمع رکھ مان باپ کی فرمانبرداری کر اور
جناب انہی میں گریہ فزاری پھر دیکھ کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہو اور میری سہی کو شش کیا
دکھاتی ہو بکاؤلی یہ سنکر چار دنا چار گلستان ارم کو گئی اور مان باپ کی خدمت میں مشغول ہوئی۔

اسٹھارھویں داستان روح افزا کے ظاہر کرنے میں اپنی مان سے
تلج الملوک اور بکاؤلی کے عشق کی کیفیت اور جانا اسکا جمیلہ خاتون
کے پاس اُن دونوں کے بیاہ کی درخواست کے لیے

کہتے ہیں جب بکاؤلی روح افزا سے نصرت ہو کر اپنے گھر گئی روح افزا نے شاہزادے اور بکاؤلی
کے عشق کی تمام و کمال کیفیت اپنی مان سے ظاہر کی حسن آرا یہ سنکر دیر تک گریبانِ فکر میں مڑا لے
برسی پھر سوچ کر بولی اگرچہ مانا رشتہ آدمی کا برسی سے ہونا نہایت محال ہے لیکن اسنے میری سہی کو قید شدید سے
چھڑایا ہو مجھ کو لازم ہو کہ میں بھی اسکو زندانِ غم و الم سے چھڑاؤں اور مطلب کو پہنچاؤں یہ لکھ کر ہیوقت
ایک مصو شبیہ کش چالاک دست کو بلا کر شاہزادے کی تصویر کھینچوا کر گلستان ارم میں لے گئی اور
فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے ملی بلکہ چند روز وہیں رہی ایک دن کا مذکور ہو کہ جمیلہ خاتون سے
باتیں کرتے کرتے مطلب کی بات پر آئی اور اس وضع سے کہنے لگی اے بہن اگر کوئی غنچہ رنگیں آبِ ہوا
کے فیض سے کسی شلخ میں لگے اور اسکے پاس مبل نہ بیٹھے تو اسکا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہو اور اگر
آبدار مونی کسی کے ہاتھ لگے اور وہ اسکو رشتے سے الگ رکھے تو عقل سے باہر ہو کب تک تو
بکاؤلی کو کو اری باری رکھے گی بہتر یہ ہو کہ اس زہرِ چین کو کسی باہر کے پہلو میں بٹھا اور اس
غنچہ خوبی کو مونس بہار کا بنا جمیلہ خاتون نے یہ سنکر کہا اے حسن آرا تو نے سنا ہو گا کہ اس نے
آدم زاد سے دل لگایا ہو اور اسی کا سودا اسکے سر میں سایا ہوا ہے مجھ سے کون نہیں چاہتی اور
غیر جنس کے واسطے دن رات کراہتی ہو میں اس میں ناچار ہوں بزرگوں کا چلن کیونکر چھڑوں
اور اس علامہ کی خواہش سے قدیم سلسلے کو کس طرح توڑوں اپنے کفو کے ہوتے غیر قوم میں کس نے
کیا ہو چین کروں پری کا آدمی سے کبھی بیاہ ہوا ہو کہ میں بیاہ داج سن ارانے کہا چ کہتی ہوں نہ عین کو

ہم صحبت کثیف کرنا البتہ دانائی سے بعید ہو لیکن توحضرت انسان کے کمالوں سے اگر واقف ہوتی
 تو ایسے ایسے خیال فاسد دل میں ہرگز نہ لاتی سن اس کو نادان بشر خلیفہ نیردان ہو اور اسکی
 صنعت بے پایاں ہیں اشرف اور فضل ہو اسکے رتبوں اور درجوں کی انتہا نہیں وہ ایک سنگ
 ہو دریا کا بننے والا اور ایک قطرہ ہو حقیقت میں دریا ہو جامع کمالات علم کو فی دائی کا یعنی
 مادیات اور مجردات کا اور مجمع ہو مراتب بندگی اور بادشاہی کا بیت انسان کی ذات
 برنخ جامع ہو بگیان ہنظل خدا و صورت خلق آئین ہو عیان ہر جان کہ صوفیہ ہر ایک کو عالم
 ارواح کے نوعون میں سے باری تعالیٰ کے ایک ایک اسم اور صفت کا مظہر خاص جانتے ہیں اور اس
 عالم صورت کو کہ جو اس ظاہری اور باطنی سے نسبت رکھتا ہو اس عالم کا سایہ پس ہر ایک ذرہ خود کائنات
 سے روشن ایک تجلی ابدی اور سیراب ایک قطرہ سرمدی سے ہو بیت برگ درختان سبز و نظر ہو شیارہ
 ہر ورقے دفتر نیست معرفت کردگار رہا اس عالم میں انسان کہ سارے افراد کو فساد اسکے لازمی
 ہیں خدا کے سارے اسموں اور صفیوں کا مصدر ہو اور اسکی تجلیات خاص کا مقام کلام فضیلت
 انسان میں دریاے بے پایاں ہو اس قدر پر اکتفا کیا ہو جلیلہ خاتون وہ اصل درہارا وجود
 طفیلی وہ مخدوم اور ہم خادم نہ ہے شرف کہ شریف ہم سے ارادہ وصلت کا کرے اور مخدوم خادم
 سے قصد قربت کا رکھے القصد اس آب و تاب سے انسان کی تعریف کر کے فضیلتوں کا بیان کیا کہ
 اس کا شعلہ غضب بجھ گیا کہنے لگی اچھا اس بد اطوار بد کردار کا ذکر نہ کیجو کہ اپنی بیٹی ہرگز اسے
 نہ دونگی اور ایسے خائن کو اپنی دامادی میں کبھی نہ لونگی آخر حسن آرائے تاج الملوک کی تصویر
 جلیلہ خاتون کے ہاتھ میں دی اور کہا یہ تصویر شرفستان کے شہزادے کی ہو دیکھ ایسا نقشہ قلم تقدیر
 نے صفحہ عالم پر آج تک نہیں کھینچا اور اس پر نیراد کا چہرہ ورق جہان پر دوسرا نہیں بنایا اس
 یاسمن گلشن مجموعی کو اس گل خوبی کے ساتھ ملا اور اس زہرہ فلک حسن کو اس ماہ برج سعادت
 کے ہلو میں بٹھا الغرض وہ چاروں اچار راضی ہوئی کہنے لگی بھینا اسکو کمان ڈھونڈھو نہ صون اور
 کس تدبیر سے لاؤن حسن آرائے کما تم خاطر جمع سے شادی کی تیاری کرو میں اسکو فلانی تاریخ
 دو لٹا بنا کر ہرات سمیت لیے آتی ہوں یہ کہ کمرخصت ہوئی پل مارتے ہی خبر میرے فروس میں
 آ پہنچی اور ذکر من و عن شاہزادے کے آگے کیا پھر وصل کا بھر دساویا

انیسویں داستان تاج الملوک در بکاؤلی کے بیاہ کی



باغبان اس گلستان کا گل اور بیکل کی مو اصلت یوں بیان کرتا ہوں کہ جبیلہ خاتون نے جو گفتگو کہ حسن آرا میں اور اس میں ہوئی تھی فیروز شاہ سے جا کر اظہار کی اور تصویر شاہزادے کی دی اُس نے حسن رو کے ہاتھ بکاؤلی کے پاس بھیج دی کہ یہ تصویر شرفستان کے شاہزادے کی ہو بالفعل اس زمانہ میں ایسا جوان حسین کہیں نہیں تو کہ ایک دم زاد کے سوئے میں دیوانی ہو رہی ہو اور جان بطیف ایک خالی کشیف کے چھپے کھو رہی ہو تیری مرضی ہو تو اسکے ساتھ بیاہ کر دوں میری دانست میں تو فوج انسان میں ایسا شخص کمتر ہو گا بلکہ پر یوں میں بھی حرت ہو وہ خوشی خوشی تصویر لیے ہوئے شاہزادی کے آپس آئی اور بادشاہ کی زبانی جو حقیقت سنی تھی مکمل سنا دی اُس محو جلوہ ماز نے اُسکو نگاہ خور سے دیکھا تو اپنے دل کی صورت کے مطابق پایا بلکہ خط و خال میں بھی سرسوفرق نہ دیکھا جی میں سمجھی کہ یہ کارپردازی اور نیرنگ سازی میں روح افزا کی ہو واقعی وہ جتنی سی اپنے قول کی بڑی سچی ہو

مسکرا کر سمندر پر سی سے کہا کہ دیکھ تجھے میرے سر کی قسم یہ اُسی شخص کی تصویر ہے جس کے خزان غم سے
 میرا گلزار سیدہ کھلایا ہوا اور غنچہ نو مدیدہ مرجھا یا ہو وہ ملاحظہ کر کے بے اختیار مارے خوشی کے
 اچھل پڑی اور بولی ہاں شاہزادی بیشک یہ تصویر شاہزادے کی ہو لو اب ہنسو بولو خوشیاں کرو جو تھا
 مطلب تھا سو خدا نے پورا کیا یہ لکھنؤ بادشاہ کے حضور میں آئی اور یوں عرض کی کہ حضرت فرزند ان کو ان
 باپ کے تابع ہیں انکی سعادت مندی اسی میں ہو کہ والدین کی مرضی کے خلاف نہ کریں اور ہر حال میں
 انکی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھیں اگر دیوانے پسند پڑے تو بیٹی اسکو غلام سمجھے اور جو وہ ایک
 سیاہ اُسکے دستے تجویز کریں تو اُس کو ماہ کنعان جانے فیروز شاہ اُس کی گفتگو
 سے نہایت شاد ہوا اور شادی کی تیاری کا حکم دیا تمام جزیرہ ارم کی دکانوں کو نقش و نگار تازہ سے
 آرائش دی اندر باہر سے نئے فرش بچھ گئے نالچ رنگ ہونے لگا چار طرف شادی کی دھوم مچ گئی جا بجا
 رقصے بھجوائے پر یوں کے غول کے غول چاروں طرف سے آئے مجلس نشاط آراستہ ہوئی شراب چلنے لگی تو
 جانے لگے لوگ ضیافتیں کھانے لگے فیروز شاہ ہر ایک کے رتبے کے موافق اُسکی خاطر داری اور ممانداری
 آپ بھی کرتا تھا اہلکار جو اس کام پر تھیں تھے انپر غافل نہ رہتا تھا آغاز کار کا انجام بخوبی ہوا اور
 جزیرہ فردوس میں مظفر شاہ نے بھی اسی طرح سے تاج الملوک کی شادی کی تیاری اور لوگوں کی ممانداری
 شروع کی پھر بروز محین وزیر و ن امیر دن کو حکم کیا کہ لباس نئے رنگیں بنیں اور سرداران لشکر کو بھی
 کمدین مع فوج آراستہ ہوئیں اور محل میں جشن آرائے بھی اپنی مصاحبوں اور خواصوں کو بائیں شایستہ
 آراستہ کیا اور آپ تیمال لباس درزیور جو اہر کا پہنا اُسکے بعد سب گھڑی ٹیک ساعت دیکھ کر شہزادے کو ایک چراغ
 چوکی پر بٹھا کر شہزادہ جوڑا پہنا یا شملہ سر پر رکھ کر کچھ گوستوارہ آگے موٹیوں کا سہرا اور اُسپر بھولوں کا سہرا
 باندھا جیہ کٹنی سبز سج لگا یا طرہ رکھا گلے میں موٹیوں کی بھی پہنائی مرغھ کے نورتن بازو دن پر باندھے
 پھر ایک پری بیکر گھوڑے کے گنگا جمنی ساتھ لگا کر موٹیوں کا سہرا باندھا اُسپر سوار کر دیا اسکے بعد مظفر شاہ
 کئی بادشاہ سمیت شہزادے کو بیچ میں لیے امیر اور سردار داہنے بائیں اور آگے نوبت نشان کے ہاتھی
 تحت روان شہر سوار تلنگوں کی ٹپنیاں پایادوں کی ٹپنیں باجے بجاتے ہوئے خاص بردار چھپی برداران
 برداروں کے غول سواروں کے پرے آنتہاری چھٹی ہوئی اور آرائش لٹی ہوئی اور بچے بچے زنانی سواریاں
 اس طرح بیاہنے چڑھا اور جزیرہ ارم کو روانہ ہوا یہاں بکاؤلی کو آراستہ کیا اُسٹار

پرستاروں نے یہ اُسکو بنایا	جہان میں جو حُسن کر دکھایا	عجب رستے کی باونہیں گئیں	کہ بکھرا دیکھ کر ہر ایک کا جی
لپٹ کر اُٹھ کر اُن رفیق کی کیا	ہوئی کا نور بوسے شکستہ	کھجوری گوندھی وہ پائزہ چوٹی	کسب ہل نظر کی جان لوتی
جب اُسکی موتیوں کی مانگ تجری	فلک نے کشان قربان کر دی	چنی جب اُسکی پیشانی پر افش	قمر پر ہو گئے تارے نمایاں
جو ٹیکا اُسکے ماتھے پر لگا یا	قمر نے اپنے دل پر داغ کھایا	برنگ مہربان تھا جو چہرا	ہو اتار شمع شمع پہ بہرا
حسام ابرو پر خم بلا تھی	یہ کیے اُسکے قفس میں قضا تھی	وہ اکھیں بند کرنا بھی دقتی	جتن ترکان میں پوشیدہ تھی
حبیب کے کان میں بنایا جھکا	پریشان ہو گیا عقد خریا	پندرہ تھ خوش سے رنگ دکھا	وہ کھرا چاند سا گھونگھڑیا
مسی کو وہ ندان پیایے پیارے	چلتے تھے شب بیدار میں تارے	مسی ہل کر حبیب سے پاں کھایا	یہ مطلع چڑھکے ناسخ کا سنایا
مسی مالیدہ لپک رنگاں ہو	تاشا ہو تہ آتش و صوان ہو	بنایا خال کا جل سے ذوق ہو	عجب بن تھا اس رنگاں چین پر
چڑھتی تھی چڑھ لہن کی شیریں	کھسکی گئی نظر وں شیریں	گلے میں ہننا جب موتی کا مال	نباتات غش کو حیرت میں ڈالا
اگر مانتھوں میں ہر یکے کڑے تھے	زیر خالص کے رب پاچہ پختہ	بہت اسکے سوا بھی اور گنا	مناسب جس جگہ تھا اُسے ہننا
کہ نگین میں درو حنا تھی	جُر آنے کو دل عاشق بلا تھی	اُسے ہنائی ایسی لال نگیا	دونوں کو صید کرتی جس کی چڑیا
عجب انداز کا بنگلہ بنا تھا	کہ اُسپر ملک ل بنگلہ بنا تھا	وہ دوڑ کر نکمے ڈھونڈا فردن	کھڑے اُسکے جام چشم سیون
کچن بھری ہوئی چھٹی کوئین	جو رسم سامنے آئے تو کوئین	وہ اُسکا پیٹ گورا لال کوئی	دل چالاک کی کھوتا تھا بھرتی
نہ چھپتی تھی لطافت میں کی	نمایاں صاف تھی رنگت بن کی	نظر جس کی پُری اُسپر وہ بولا	شفق میں نہ کھینا کیا چاند نکلا
مغرق ایسا ہنایا بے جا	کہ جس کی روح میں عاجز ہو جا	لباس زریور حسن دادا کا	بیان سب کا کردن کب ہو یہ یاد
	جو تھادی روح وہ تھا جو دیدار	جسے دیکھو بنا تھا نقش دیوار	

القصد جب برات قریب پہنچی تب فیروز شاہ نے کسی ارکان دولت استقبال کے لیے بھیجے وہ نہایت تعلیم و تکریم سے لے آئے اور جس جگہ مجلس نشا ط و محفل انبساط برپا تھی وہاں ہر ایک کو بڑی تعظیم و تواضع سے بٹھایا آتش بازی چھٹنے لگی آرائش لٹنے لگی اور حسن آرا کے ساتھ اسی سلوک سے جمیہ خاتون پیش آئی سارے طریقے سہ ہنوں کے بجالائی عرض پچھلے ہر تک ناچ رنگ کی صحبت رہی اسکے بعد دس گویا ہر یکتا پر اُس نعل بے بہا کے ساتھ عقد باندھا مبارک سلامت کا اندر باہر غل پڑ گیا پھر شربت پلانے لگے شربت پلائی لینے لگے گوٹوں کے اور پھولوں کے ہار پہنانے لگے الایچیان اور جگینی دلیان عطر کی نیشیان دینے لگے اسکے بعد دو لکھا کو گھر میں بلایا اور دلھن کو لا کر

دو لہا کے پاس شہانی مسند پر بیٹھا یا بنات چنوا کر ٹوٹنے گا کر آرسی مصحف دکھا دو لہا کو باہرخصت کیا دو لہن کو ملنے کے لیے گو دین اٹھا کر لے گئے جہیز نکلنے لگا اُدھر فرور شاہ نے ایک مکان عظیم الشان کر تھکھا گاہ سے قریب تھا بیٹی داما کے رات بھر رہنے کو نہایت تکلف سے سجودا یا جب سب جہیز مکمل چکا اور ہرات کے چلنے کی تیاری ہوئی پھر دو لہا کو گھر میں بلایا ڈیڑھ سی میں جھپان لگایا دو لہا نے دو لہن کو گو دین لاکر جھپان میں سوار کیا پھر آپ اسی پر سی بیکہ گھوڑے پر سوار ہر ایک چھوٹا بڑا جلو میں چلنے کو تیار ہوا اسی طرح آگے آگے تخت مردان شتر سوار پیادے اور سوار بے شمار تھا چوٹ کی قطار ردش جو کی والے گاتے بجاتے ہوئے اور ہستم دو لہن کی سواری پر سے چاندی سونے کے پھول لٹاتے ہوئے اسی مکان پر پہنچے ہر ایک بڑا بڑا اپنے اپنے گھر سدھارا کھارون نے دو لہن کا جھپان اُتارا دو لہا نے دو لہن کو گو دین لاکر مسند پر بیٹھا یا کھیر جھپائی خدا خدا کر کے دن گذرا اور رات آئی سب کنارے ہوئے خلوت ہوئی پر دے چھوٹے دو لہا دو لہن مسہری میں گئے فرے لوٹے اشعار

عاشق و عشوق ہم ہوں جہان	شوق بہت جوش میں کہے جان	اشمع کو پر دہا دو دیکھ کیمن	رہ نہ سکے گڑ پئے اسپر دین
صبر کرے پھول سے بلبلی کہان	سہی ہے آغوش میں بان نہ بان	طوطی جو آئینہ کو دیکھے کھجو	چین آئے اُسے بے گفتگو
دیکھا جو شہزادے نے اُسد مہا	اُس گل بیخار کو بے باغبان	لیکے نعل میں لیے بے کئی	شوق نے کچھ صبر کی جھپٹی
لے چکا جب پستہ سب کا مہر	سیب بخندان کی طرح چمکے	عارض گزرتی کی خوشترج کی	اُسکی بھی لی خوب طرح چانی
اُبھری ہیں جہاں تیار ہوتی سخت	گنبد کے مانند جو بائیں کھشت	رہ نہ سکا دال یا اپنے ہاتھ	چھوڑ دیا مہر تجھلنے ساتھ
	گوہر و الماس جو ہے بھر بھر	لینے لگے دو نوں بکر و مہم	

جب خوب چمک گئے اندرے ہوئے پھر ہر ایک نے اپنا ساعدہ سین دوسرے کا تکیہ بنایا مسٹھ سے مسٹھ ملایا اور سینے سے سینہ لگا یا غرض اس ہیئت سے آرام فرمایا صبح ہوئی مرغ نے بانگ دی شہزادے نے اُٹھ کر حمام کی راہ لیا اور روح افزا اُس عشر نگاہ میں آئی بکا ولی کو دیکھا رات کی جاگی ملی دلی خفاں سوتی تھی بال چھوٹے ہوئے ہیں بار توٹے پڑے ہیں ہونٹھوں پر لا کھا نام کو نہیں رہا آئینہ کا کاہل سارا پھیل گیا گالوں پر دانٹوں کے اور چچا تیوں پر ہاتھوں کے نشان پڑے ہیں یہ عالم دیکھ کر رہ نہ سکی جلد اُسکو جگایا اور مسکرا کر کہا میں اُس روز

مجھے کستی تھی کہ تو نے دیو مکار کے مدرسہ کنا میں مسیح لونڈی پڑھی ہو آج تو تیرے اطوار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو تو یار کے مکتبہ آغوش میں اپنے مطلب کی کتابوں کو بخوبی مطالعہ کر کے بڑی علامہ ہوئی ہو دیر تک تو نے مصدر ملا بست کو مختلف صیغوں کے ساتھ گردانا اور عشرت کے مزید فعلوں کو الف وصل سے ربط دیا خان فاعل اور علامت مفعول کیا نیچی دریافت کی اور تجرید سے اپنے پانوں باہر رکھے بلکہ خلوت میں قضیہ موجبہ سباشرت کو عکس مستوی بنایا اور اشکال مختلفہ کے ضرب نتیجہ سے نتیجہ موافق مطلوب کے پایا وصل فصل کا بھی طریقہ لے لیا اور اپنے مثلث کے نقطے پر خط عمود کو قائم کیا بکاؤلی یہ سنکر مسکرائی اور کہنے لگی بوا بھلا تمہارے مسخ میں پانی کیوں بھرتا ہے محکو صاف ان کنا یہ آمیز باؤن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا بھی یہی ارادہ ہے بہت بہترین راضی ہوں شوق سے اپنی وصلی اس مشتاق کے آگے رکھو پیر کے قلم کی روانگی اور قوت دیکھو کہ کس کس طرح سے توڑ جوڑ لگاتا ہے اور کیا کیا گل بوٹہ بناتا ہے وصل یہ ہو کہ ہر اس طرح ہنستیاں بولتیاں رہیں آخر روح افزا اپنے مان باپ سمیت رخصت ہو کر اپنے گھر گئی اور تاج الملوک نے فیروز شاہ کے محل میں جا کر اپنی بود باش حتمی کی

بیسویں داستان رخصت ہوئے میں تاج الملوک اور بکاؤلی کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے

ایک روز تاج الملوک نے بکاؤلی سے مشورت کر کے فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے رخصت مانگی اسخون نے کہا بہت بہتر ہزار علام قمر طلعت اور سیڈرن لونڈیاں خوبصورت عنایت کیں اور دان جنیر کے سوا کچھ نقد و خنفس اور لوازم سفر کا دیا اگر اسکی تفصیل لکھوں تو یقین ہے کہ ایک کتاب اور تیار ہو جائے اسلیئے قلم انداز کیا آنقصہ شاہزادہ بڑی شان شوکت اور جاد و جنت سے بکاؤلی کو لے کر اپنے ملک پہونچا رہا اور محمودہ کی جان میں جان آئی کشت امید سوکھی ہوئی پھر لہلہائی اُسکا آنا اُنکے حق میں ایسا ہوا جیسے ہمارے واسطے مسیحا کا آنا لیکن بکاؤلی کو جو اس حسن و جمال اور مال و مال سے دیکھا حیران ہو گئی آئے ہوش جاتے رہے ہاتھوں کے فوٹے اڑ گئے زیر زبانی ہلکے دیکھا ہر ایک کو گھٹے سے لگا دیا دیا

اور فرمایا کہ تم خامراج رکھو کسی کا اندیشہ نہ کرو میں تمھارے عیش کی مطلق خلل انداز نہوں گی بلکہ اپنی خوشی پر تمھاری نشاط کو مقدم جانوں گی چنانچہ ہمیشہ شیر و شکر کی طرح آپس میں سب کی سب ملی جلی رہیں اور سوتا پے کی جلن کسی کو نہ ہوئی شاہزادہ بھی ان غنچہ دہنوں کے ساتھ شائقگی سے اوقات بسر کرنے لگا اور عیش و عشرت سے رہنے لگا

اکیسویں داستان بکاؤلی کے جانے کی راہ اندر کے اکھاڑے میں اور ناچنا گانا اُسکے حضور میں اور تفرقہ پڑنا تاج الملوک میں اور اُس میں



اہل ہند کی کتابوں میں یون بون لکھتے ہیں کہ امرنگر نام ایک شہر تھا جو وہاں کے باشندے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور راہ اندر وہاں کا راج کرتا ہوں دن رات پر یون کے ساتھ عیش و عشرت میں رہتا ہوں اُسکا کام ہی ہو اور غذا اُسکی ناچ اور راگ ہو عالم خبات بھی اُسکے تاج ہیں ساری پر یان اُسکی مجلس میں جاتی ہیں اور رات بھر ناچتی گاتی ہیں ایک رات کا ذکر ہو کہ راہ اندر نے فرمایا بکاؤلی

فیروز شاہ کی بیٹی مدت سے ہماری مجلس میں نہیں آئی اسکا سبب کیا ہوا اور یہاں کے آنے کا مانع
 کون ہوا پر یون مین سے ایک نے عرض کی کہ وہ ایک انسان کے دام عشق میں گرفتار ہوئی
 ہو بلبل بیکار کے مانند نالہ و فریاد کیا کرتی ہو اور مدام اُسکے عشق میں سرشار رہا کرتی ہو اور
 اپنے بیگانے سے اُسکو نفرت ہو فقط اُسی سے صحبت ہو شراب و مل اُسکے ساتھ پیتی ہو اور اُسکے دم
 سے جیتی ہو راجہ یہ ماجرا اُسکے غصے میں آیا اور شعلہ غضب اور بھی بھڑکا گئی پر یون کی طرف اشارہ
 کیا کہ اُسکو اسی وقت حاضر کرو وہ تخت روان لے کر تاج الملوک کے باغ میں آئیں اور بکاؤلی کو
 جگا کر راجہ کے اعتراض اور غضبناک ہونے کا حال بیان کیا وہ چارناچار اُسپر سوار ہو کر امرنگر کو گئی
 اور وہاں کا پتی ہوئی راجہ کے سامنے آکر آداب بجالائی ہاتھ باندھ کر کھڑی رہی مہاراج نے نگاہ تہر
 سے اُسے دیکھا اور بہت سا جھڑکا آخر فرمایا کہ اُسکو آگ میں ڈال دو کہ انسان کے بدن کی بوباس سین
 نہ رہے اور یہاں کی صحبت کے قابل ہو پر یون نے فوراً اُس نسترن باغ لطافت کو اور یاسمن چین
 نزاکت کو ہاتھوں ہاتھ وہاں سے باہر لاکر آتش کدے میں ڈال دیا وہ جھکر راکھ ہو گئی ہشتم
 جل گیا عاشق تو کیا غم ہو کہ اُسکی چشم تر ہو دیکھتی ہو یار کو گلشن میں مانند خلیل و اسکے بعد پانی پر کچھ
 منتر پڑھ کر اُسپر جھڑکا فی الفور جی اٹھی اور بہت صلی پر آکر مجلس میں ناچنے لگی پہلی ٹھوکر سے اہل مجلس
 کے دلوں کو پائمال کیا اور ایک ہی آمدورفت میں تاشائیوں کو بجالایا غرض ناچنے کا جو حق تھا
 ادا کیا ساری مجلس کو محو کر دیا پھر تو واہ واہ کی صدا ہر ایک کے ٹھنڈے سے نکلنے لگی اور آفرین اور
 تحسین کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی بکاؤلی آداب بجالا کر راجہ سے رخصت ہوئی تخت پر بیٹھ کر
 اپنے باغ میں آئی گلاب کے حوض میں نہا دھو کر شاہزادے کی نعل میں سوہی صبح کو اپنے معمول
 پر اٹھی سنگار کیا لوگ بھی اندر باہر گئے اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے القصد ہر شب وہ
 غیرت ماہ امرنگر میں جاتی پہلے تو اُسے آگ میں جلاتے پھر راجہ کے حضور میں ناچتی گاتی جب
 تھوڑی سی رات باقی رہتی رخصت ہو کر اپنے گھر آتی اور گلاب کے حوض میں نہا کر اُس
 دریاے خوبی سے ہم آغوش ہوتی اور اپنے جی کو ٹھنڈا کرتی اشعار

قبول اسنے کیا جلنا سدا کا	نہ چھوڑا وصل لیکن دل با کا	جلا تی تھی تن نازک کو ہر شب	نہ کھلتے تھے نکایت کو کبھی لب
وہ عاشق سے نکر تی کمال	فراق اُسکا نہ بھار گز گھارا	جو مل رہے کو اپنے دل بچانے	وہ ہر تشکدے کو آب جانے

گوارا ہوتی ہر سب نارہوزان | سہا جاتا نہیں ہر سوز ہجران | جسے ہر شمع دیون کی محبت | اُسی سے بوجھ جلتے کی لذت

مگر شاہزادے کو ہرگز اس بات کی خبر نہ تھی ایک رات کا ذکر ہو کہ بکاؤلی تو اپنے معمول پر وہاں گئی تھی بیان شاہزادے کی آنکھ کھل گئی پلنگ پر اسے نہ دیکھا ہر طرف قصر اور باغ میں جا کر ڈھونڈھا کہیں اُسکا سرخ نہ ملا نہایت تنگ ہو کر اپنے خلوت مکدہ میں آ بیٹھا اور یہاں تک اُس رشک بت چین کی راہ دیکھی کہ آنکھیں تبھرا گئیں آخر شش اسی حالت میں سو گیا بکاؤلی بھی اپنے وقت پر آ کر اُسکے پاس سو رہی صبح کو تاج الملوک نے بدستور جو اُسکو ساتھ سوتے دیکھا زیادہ تر متعجب ہوا لیکن دم نہ مارا اُس راز کو مطلق نہ کھولا مگر اُسکی تحقیقات کے واسطے دوسری رات کو اپنی ایک انگلی چیر کر نمک جھڑک یا کہ مبادا آنکھ لگ جائے اور وہ بھید چھپے کا چھپا رہے غرض آدھی رات گئے تخت پھر آ کر موجود ہوا بکاؤلی اٹھ کر بناؤ کرنے لگی اور شاہزادہ بھی چھپے چھپے جا کر اُس تخت کا پایہ کپڑا بیٹھ رہا اتنے میں وہ بھی اگر سوار ہوئی اور پریان اُسکو لے کر اڑیں تاج الملوک اُسی پائے میں لٹک گیا پھر اسقدر ملبند ہوا کہ زمین اُسے نظر آنے سے رہ گئی جھٹ پٹ راجہ اندر کے دروازے پر جا کر اُتار دیا بکاؤلی اُتر کر ایک طرف کھڑی ہو رہی اور یہ بھی الگ ہو کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنے لگا غرض جس طرف آنکھ پڑتی تھی اُدھر بیرون کا جھرمٹ نظر آتا تھا اور ہر طرف آواز قسم قسم کے سازون کی اور راگون کی جو تمام عمر عیشی تھی متصل چلی آتی تھی حال یہ ہو کہ تاج الملوک نے وہ کچھ دیکھا جو کہیں نہ دیکھا اور وہ سنا جو کہیں نہ سنا تھا دنگ ہو کر رہ گیا اتنے میں کئی پریان دوڑیں اور بکاؤلی کو آتشکدہ میں ڈال دیا وہ جھکر راکھ ہو گئی وہ اس حادثہ کو دیکھ سب بھول گیا بے اختیار وہ لون ہاتھوں سے سر پٹنے لگا اور جی میں یوں کہنے لگا حیف ہوا سوقت طاقت نہیں رکھتا میں کہ پردہ کے مانند اس شمع دے ساتھ جلتا اور اپنے بدن کو راکھ کر کے اُس سے ملتا کیا کروں کچھ بس نہیں نہ قدرت فریاد کی ہو نہ جگہ داد کی یہ تو اُسی اودھیر بن میں رہا کہ اُنھیں سین سے ایک پری نے پانی پڑھ کر اُسکی راکھ پر چھڑکا فی الفور زندہ ہوئی اور راجہ کی مجلس میں آئی شاہزادہ بھی اُسکے پیچھے پیچھے چلا آیا از بس کہ ازدحام تھا کوئی کسی کو پیچھا تہا کسی نے سنا کہ یہ کون ہو اور کیوں کھڑا ہوا اتفاقاً بکاؤلی کا پکھا وحشی ضعیف تھا ناتوانی کے سبب اچھی طرح سجا نہ سکتا تھا وہ رُک رُک کے ناچتی تھی اور بار بار ریتو سی چڑھاتی تھی شہزادہ

یہ حال دیکھ کر بے چین ہوا آخر وہ نہ سکا سا زندے کے کان میں جھجک کر کہا اگر تیری مرضی ہو تو
 ایک دو گتین میں بجاؤں کہ اس کام میں چالاک دست ہوں اُس نے اس بات کو غنیمت جانا دیکھا
 کو حوالہ کیا یہ تو اس کام میں بانی کا راور اُس کے دام محبت میں گرفتار تھا اُس کی خواہش کے موافق
 بجانے لگا پھر تو کیفیت ناچ کی ایسی بڑھی کہ درو دیوار سے داہ واہ کی صدا آنے لگی راجہ بھی ہانک
 محفوظ ہوا کہ اپنے گلے کا نو لکھا ہار اتار کر بکاؤلی کو عنایت کیا وہ دلچتے ناچتے جو سچھے ہٹی بجنسہ
 پکھا وحی کے حوالے کیا اس کے بعد مجلس راگ رنگ کی برخاست ہوئی شہزادہ جس طرح گیا تھا اسی طرح
 اپنے باغ میں آیا بکاؤلی نگاہ کے حوض کی طرف گئی یہ خوابگاہ میں جا کر سو رہا لیکن صبح کے وقت
 سُکراتا تھا پری نے پوچھا کہ خلاف عادت مسکرانے کا کیا سبب ہو کہا کہ رات کو عجیب خواب دیکھا
 ہوا سو اسے ہر گھڑی مجھے ہنسی آتی ہو وہ کہنے لگی خدا خوب کرے مگر میں بھی سنوں کیا دیکھا ہو
 تاج الملوک بولایہ دیکھا ہو کہ آدھی رات کو تو کہیں جاتی ہو اور مجھے خبر نہیں کرتی بکاؤلی یہ سن کر
 ڈری کہ مبادا یہ جمید اس پر کھلا ہو اور احیاناً یہ بھی میرے ساتھ وہاں گیا ہو بچہ ہوئی کہ سب سے پھر
 کہنے لگی اور بھی کچھ دیکھا یا نہیں شہزادہ بولا گویا آج رات میں بھی تیرے ہمراہ گیا ہوں اس طرح کہ
 بریان ایک تخت لائین تو اُس پر سوار ہوئی اور میں پایہ سے لٹکا ہوا چلا گیا بس آگے نہیں کتا
 کہ خواب کی بات بے سرو پا ہوتی ہو اعتبار نہیں رکھتی خواب و خیال ہو بے فائدہ کون سکے
 بکاؤلی بولی کہ تجھے میرے سر کی قسم جو دیکھا ہو سب کہ غرض تاج الملوک تھوڑا کتا پھر خاموش
 ہو رہتا اور وہ تین سے دیکر پوچھتی جاتی آخر سارا ماجرا اُس نے آخر تک ہو ہو کر سنایا اور وہ ہار
 راجہ کا بختا ہوا تیلے کے نیچے سے نکال کر دکھلایا تب پری نے اپنا سر پیٹ لیا اور سن ہو گئی
 ایک دم کے بعد بولی اگر شاہزادے یہ تو نے کیا کیا اپنا دشمن تو آپ بنا دیکھ میں نے تیری
 خاطر مان باپ کے ہاتھ سے کیا کیا رنج اٹھائے اور ہر کس و ناکس کے طعنے کھائے یہاں تک کہ ہرات
 آگ میں جلنا قبول کیا مگر تجھے نہ چھوڑا اور تیری راہ سے منہ نہ موڑا چنانچہ تو نے آنکھوں سے
 بھی یہ تماشا دیکھا کچھ کہنے کی حاجت نہیں کاٹکے تو اُس مجلس میں نہ جانا اور اپنے گھر میں میری
 جدائی کا صدمہ اٹھاتا تو بہت بہتر تھا کیونکہ اسکا انجام اچھا نہیں اب حیران ہوں اگر تجھے
 نہ بجاؤں تو غنتی نہیں جو لے جاؤں تو کمان تک چھپائے رہوں خیر جو کچھ تقدیر میں ہو سو امٹ ہو

مگر آج اپنا طالع آزماتی ہوں تجھے لے جاتی ہوں اپنی گردن ترقی ہوں آگے جو مرضی خدا کی چنانچہ معمول کے وقت تاج الملوک سمیت گئی اور راجہ سے سلام مجرے کے بعد عرض کی کہ آج ایک بجانے والا بہت چالاک اپنے ساتھ لائی ہوں اگر حکم ہو تو یہاں آکر بجائے راجہ نے فرمایا بہت اچھا ہماری عین خوشی ہو الغرض وہ بجانے لگا اور وہ نازنین ناچنے لگی آخر یہ کیفیت ہوئی کہ ساری محفل غش کر گئی راجہ بھی مست ہو کر جھومنے لگا اور اسی عالم میں فرمایا مانگ جو مانگا چاہتی ہو مجھ کو نہ جانگی یہ سُکر بکاؤلی نے آداب بجالا کر عرض کی کہ ہمارا راج کی بدولت لونڈی کو کسی چیز کی کمی نہیں اور کچھ ہوس دل میں باقی نہیں مگر اس کچھاجی کو بچنے کہ یہی آزد ہو سکتے ہی اس سخن کے راجہ برہم ہوا اور شاہزادے کی طرف غضب سے دیکھ کر بولا کہ اے آدم زاد تو ہی اسکو چاہتا ہو اور یہ تجھے چاہتی ہو بہت اچھا ذرا تو اسکا مزہ چکھ اور لذت اٹھا تو چاہتا ہو کہ بکاؤلی سی بری کو بے محنت و مشقت یہاں سے لجاؤں اور اپنی بخل گرم کروں یہ نہوگا پھر بکاؤلی کی طرف مُٹھ پھر کر کہا اے شاہ کیا کروں سخن تجھے ہار چکا ہوں جا اسے تجھے بخشا لیکن بارہ برس تک تیرا نیچے کا دھڑ پتھر کا رہے گا یہ حرف جو اُس سنگدل کے مُٹھ سے نکلا وہ سیم تن اسی ہیئت کی ہو کر غائب ہو گئی اشعار

ہیما ت ازل سے جو یہ عالم	شادی وعنی ہوئی ہو تو ام	دم بھر کی بارہ میمان ہو	آخر وہی باغ میں خزان ہو
گہ سر پہ ہو تیرے تاج شاہی	گہ خاک پہ بستر تباہی	گل سا کبھی دل فرغ دیکھے	گہ دل پہ ہزار داغ دیکھے
دم بھر جو نشا عیش ہوگا	خیمہ زہ پیرا سا طیش ہوگا		

بایسویں داستان تاج الملوک کے سنگدیب میں ہو چنے کی اور بکاؤلی سے ملنا اور جبراً دت راجہ کی بیٹی کا اُسپر عاشق ہوتا

کہتے ہیں کہ بکاؤلی راجہ اند کی بد دعا سے پتھر کی ہو کر وہاں سے نائب ہو گئی اور شاہزادہ سیاب کے مانند تیاب ہو کر لوٹنے لگا تب اُسکویرون نے اٹھا کر نیچے ڈال دیا وہ ایک جنگل میں جا پڑا تین روز تک بیہوش رہا چوتھے دن جو آنکھ کھلی تو بجائے دلدار پہلو میں خار دیکھے ہر طرف جا کر شہد و فریاد کرنے لگا اور بکاؤلی کی خبر ہر ایک درخت سے پوچھنے لگا ایک دن اسی طرح ایک سنگ مرمر کے تالاب پر

جا پونجا چاروں طرف سیرھیاں پاگیرہ اور خوبصورت نبی ہوئی کھین اور سیوہ دار درخت بھی
 بہت سے اسکے گرد لگے تھے شہزادے نے ایک ساعت وہاں دم لیا پھر نہا کر ایک سایہ دار درخت
 کے نیچے پڑ رہا اور اپنی محبوبہ کے تصور میں سو گیا ناگاہ کسی پر بیان کر اسکے حال سے واقف تھیں
 وہ بھی وہاں پہنچیں اور اسی تالاب میں نہا کر بال سکھلانے لگیں انہیں سے ایک کی نظر جو
 شاہزادے پر جا پڑی ساتھیوں سے کہنے لگی بکاؤلی کا پکھا راجی یہی ہوتا جیہ الملوک کے کان میں
 چون ہی یہ آواز پڑی انکھیں کھول دیں اور بیرون سے باہر چلے گئے پھر پوچھا کہ تمہیں کچھ معلوم ہے
 کہ بکاؤلی کہاں ہو انکا دل اسکا حال زار دیکھ کر بھرا آیا بوسین کہ انکھوں سے تو نہیں بکھا کر سنا ہو کہ
 سنگدیب میں ایک بتخانے میں ہو مگر نیچے کا دھڑنا تک پتھر کا ہو گیا ہو تمام دن اس مندر کا
 دروازہ بند رہتا ہے اور پہر رات کے بعد صبح تک کھلا شہزادے نے پوچھا کہ وہ کس طرف ہے اور کتنی
 دور ہے انھوں نے جواب دیا راہ کی مصیبت تو ایک طرف آدمی اگر ساری عمر چلے جب بھی وہاں
 نہ پہنچے تاج الملوک یہ سن کر مایوس ہوا اور اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھا کر ٹکریں مارنے لگا اور پتھروں
 سے سر پھوڑنے لگا بیرون نے اس کے حال پر رحم کھا کر آپس میں شورہ کیا کہ اس وقت رسیدہ کو وہاں
 پہنچا یا جا ہے آگے اسکی قسمت میں جو ہوتا ہے سو ہو دیگا فوراً اسے لیکر زمین اور بات کی بات میں وہاں
 پہنچا دیا ایک لمحے کے بعد اس مایوس کو ذرا حواس آئے تو کیا دیکھا ہو کہ ایک شہر رشک بشت برین
 زمین پر آباد ہے اور عجائب اسکا سواد ہے رنڈی مرد وہاں کوئی بد صورت نظر نہیں آتا بلکہ درخت بھی
 وہاں کے ایسے قدموزون رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہتے ہیں آخر سیر کرتا کرتا بازار کی طرف
 جانکلا راہ میں ایک برہن بچاری ملا اس سے پوچھا کہ دیوتا تم کون سے ٹھا کر دوارے کے پجاری
 ہو برہن نے کہا کہ راجہ چتر سین جو اس ملک کا والی ہے اس کے ٹھا کر دوارے کا میں پجاری ہوں پھر
 تاج الملوک نے پوچھا کہ اس شہر میں کتنے ٹھا کروں کے مندر ہیں جو معروف و مشہور تھے برہن نے
 بتا دیے پھر یہ کہا کہ ٹھوڑے دنوں سے دھن کی طرف دریا کے کنارے ایک نیا مندر پیدا ہوا ہے
 دن بھر اسکا دروازہ نہیں کھلتا کوئی نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہو شہزادہ یہ بات سن کر خوش ہوا اور
 اسی طرف جا کر دریا کے کنارے مندر کے دروازے پر بیٹھ رہا پہر رات جب گندری اسلستان کے
 کوڑے بیک ایک کھل گئے تاج الملوک اندر گیا دیکھا کہ بکاؤلی آدمی بصورت اصلی اور ادھی پتھر کی

دیوار کا تکیہ لگائے پائون پھیلانے بیٹھی ہو اسکو دیکھ کر حیرت سے پوچھا تو بیان کیونکر آیا اُس نے تمام ماجرا کہہ کر سنایا پھر ساری رات دونوں باتوں میں مشغول رہے پھر صبح ہونے لگی بکاؤلی نے شہزادے سے کہا اب تو بیان سے جا اگر آفتاب نکل آئے گا تو مجھ سا تو بھی ہو جائیگا اسکے بعد ایک موتی اپنے کان سے نکال کر اُس نے دیا کہ بالفعل اسے بچکر اسباب دوست کر اور چندے اوقات کاٹ تاج الملوک لے کر اُسی شہر میں آیا اور اُسے کئی ہزار روپے کوچ کر ایک حویلی نچتہ مولیٰ اسباب ضروری بھی بنالیا اور کئی خدمتگار نوکر رکھے جب رات ہوتی بکاؤلی کے پاس جاتا اور صبح اپنے بیگانے میں آتا اسی طرح ایک مدت گزر گئی بعضے بعضے اشخاص ہمسایہ کے شہزادے کے آشنا ہو گئے تھے اُسکو شہر کی سیر دکھانے لگے ایک روز تاج الملوک اُنکے ساتھ سیر کو نکلا تھا ایک گروہ سرد پابرہنہ بجا لیت تباہ نظر آیا شہزادے نے یاروں سے پوچھا کہ یہ اشخاص اگرچہ بہ لباس فقیر ہیں لیکن بصورت امیر معلوم ہوتے ہیں خدا جانے اسکا سبب کیا ہو اُن میں سے ایک بولا ان میں بعضے شہزادے ہیں اور کئی امیر زادے لیکن سب جلے ہوئے آتش عشق اور اشتیاق کے اور نشانے نادک فراق کے ہیں قہقہہ انکایون ہو کر راجہ چتر سین کی ایک بیٹی مر پارہ بلکہ آسمان خوبی کا ستارہ ہو اُسکے مانند کوئی عورت حسین اس سرزمین میں نہیں ہو

شہزاد

ناز ظاہر ہو قد موزون سے لاکھ بندے ہیں تارگیو کے احمر اور زہر آنکھیں ہیں اُسکی	مے چمکتی ہو چشمِ حے کون سے زلف اُسکی ہو جس قدر شبلگون دم میں مارے ہیں اور جلاٹیں بھی	سیکڑون کتے اُسکے ابرو کے ہو سیہ بخت اسقدر مفتون تنگ و ناموس جو کہ ہاتھ سے مے
---	--	--

اُسکے کوچ کی سمت راہ وہ لے
اُسکے ساتھ اور بھی دو کافرین غارِ کھرا یاں ہیں ایک تنبولی کی لڑکی نربل نام اور دوسری مالی
سکی چپلا باسم بامسے ہو غرض تینوں آپس میں اخلاص دلی رکھتی ہیں اُٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا کھانا
پینا دن رات ایک جگہ ہو اور اپنے اپنے بیاہ کی بھی ہر ایک آپ فخر ہو جسے پسند کرے اُسی سے
ہو کسی کو اس بات میں دخل نہیں لیکن اب تک کوئی اُسکا منظور نظر نہیں ہوا اور آنکھوں میں
نہیں ٹھہرا شہزادہ یہ سنکر چپکا ہو رہا اتفاقاً ایک روز آوارہ بیابان عشق اُس حور سرشت
کے محل کے نیچے جا نکلا تا ثانی اُسکے گل رخسار کو بلبل دار تکتے تھے اور دیوانوں کی طح

آپس میں کچھ کچھ بکتے تھے اور وہ پرزادہ بھی جھروکے سے دیکھ رہی تھی کہ شہزادہ اُس سے دوچار ہوا
 عشق کا تیر دل کے پار ہوا غناں صبر و شکیب ہاتھ سے جھٹ گئی متاع ہوش و حواس لٹ گئی
 بخود ہو کر گر پڑی نرملا اور چیلانے دوڑ کر اٹھا یا منہ پر گلاب چہر کا عطر سونگیا یا کچھ ٹھہری
 ہوش آیا لیکن سکنتے کی سی حالت ہر چند آنکھوں نے حال پوچھا اُسے کچھ نہ بتایا حیرت کو منہ پر
 اُسی طرح رہنے دیا تب نرملا نے کھڑکی سے نیچے جھانک شہزادے کو دیکھا اور چتر اوت سے
 بتیابی کا سبب دریافت کیا پھر تسلی دے کر کہنے لگی کہ اے رانی تیری سبقت رانی نے تو ہکودیا وہ نہ بنایا
 اور اضطرابی نے دامن صبر چھڑایا اتنی کیوں گھبراتی ہو اور کس واسطے آپ کو دیوانہ بناتی ہو
 تیرے باپ نے تو بیاہ کی تجویز تجھ پر موقوف رکھی ہو جسکو تو پسند کرے گی اُس سے تیری شادی
 کریگا خاطر جمع رکھ اس جوان اہل سوار کو جس کو دیکھ کر تیری حالت تغیر ہوئی ہو تجھ سے ملا دنگی
 اگر فرشتہ ہو تو بھی تیرے دام سے جانیں سلکتا اور کوئی اُسکو چھڑا نہیں سلکتا دیکھ تو ایسے جال میں
 پھنسا تی ہوں کہ ہل نہ سکے اور ایک قدم آگے چل نہ سکے یہ کہہ کر ایک کشنی اُسکے حال کی تحقیقات کو
 بھیجی وہ عجب ایک شوخی و طنازی سے آئی اور آتے ہی شہزادے کے گھوڑے کا شکار بند پکڑ کر
 کہنے لگی تو نہیں جانتا کہ یہ شہر قتل غریبا ہو اور یہاں عاشقوں کو سولی دینا روا ہو یہاں کے پری رو
 مرغ زیرک تار زلف میں ادا سے پھنسا لیتے ہیں اور ایک نگاہ ناز سے خاک پر گر دیتے ہیں تو
 کس جرات اور ولیر سے ادھر ادھر پھرتا ہو اور بادشاہوں کے محلوں کی طرف دیدہ باری
 کرتا ہو مگر تش کا پر کالہ ہو جو شمع رخون کے دل کو پگھلاتا ہو اور سنگدلوں کے کھبے کو موم بناتا ہو
 کہ دھر سے آیا ہو اور کمان کا رہنے والا ہو اپنے حسب اور نسب اور وطن سے آگاہ کرتا جملہ الملوک
 اُسکی باتوں سے تار گیا کہ کسی کی بھیجی ہوئی ہو بولا اے چکو بت باتیں نہ بنا میرے داغ دل سے
 روئی نہ اٹھا جا اپنے کسی مجروح کے زخم پر مرہم لگا سُن وطن میرا مطلع خورشید سے روشن تر ہو
 اور نام میرا فخر سلطین ہو دریافت کیے جسکی تو بھیجی ہوئی آئی ہو اُس سے جا کر کہہ دے کہ
 مجھ مسافر مصیبت زدہ کی طرف خیال نہ کرے اور تجھ سودائی پر دھیان نہ رکھے میت خوش جو
 آنے سے ہوا سکے پاس جاہ ناز امیر کر جو ہونخواہان ترانہ مشاطہ جان گئی کہ وطن اسکا شرفستان ہو
 اور نام تاج الملوک عالی نسب والا حسب ہو غرض تمام حال دریافت کر کے چتر اوت سے اُکریاں کیا

شہزادہ روز پو شاہ بدلتا اور اُسکے جھروکے کے نیچے ہو کر نکلتا چڑاوت اُسکے فراق سے چودھویں
 رات کے چاند کی طرح گھٹنے لگی چند روز تو یہ راز چھپا رہا آخر شش کھل گیا یہاں تک کہ مان باپ نے بھی
 سنا تب راجہ نے ایک دلالہ بڑی ہوشیار بچہ کار بلوائی اور شہزادے کے پاس بھیج کر لڑکی کی
 نسبت کا پیغام اُسکو دے اور اُسکے دل کو ہر طرح سے بھائے قصہ اسے چتر سین کا پیغام شہزادے
 کو دیا اور اُس کل اندام کا حسن بیان کیا اُس نے تمام و کمال شکر جواب دیا کہ تو میری طرف سے بعد
 سدا م و نیاز کے راجہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ جو کوئی قبائے شاہی اور عاج شاہنشاہی جھوڑ کر
 رنج سفر اور خرچہ فقر اختیار کرے اور اپنے بیٹے سے کٹا رہ پکڑے اُسکی پابندی کا خیال کرنا فی الحقیقت
 پانی پر نقش بنانا اور ہوا کو گم رہ مین باندھنا یہ کہا اور اُسکو رخصت کیا دلالہ نے تاج الملوک
 کے انکار کرنے کی کیفیت راجہ سے عرض کی چتر سین اُسکے اغماض کرنے سے متفکر ہوا اور وزیر سے
 مشورہ کی اُس نے عرض کی ایک غریب بے خانان کو اگر بادشاہ اپنا مطیع کیا جائے تو کیا بڑی بات
 ہو آپ دیکھتے رہیں مین اُسکو کس گھاٹ اتار تا ہوں ان فرض وہ مکا راس بات کے مد پر ہوا کہ شہزاد
 کو چوری کی تمت لگا کر گنگا گھر لائے اور اپنا کام اُسکے ہاتھ سے یوں نکالے سچ ہو کہ جو کوئی حکمت
 حکیم مطلق کی گونا گوں تامل کی نظر سے دیکھے تو کسی چیز کو خالی شر سے نہ پائے اور ہر ایک شر کے بعد
 غیر ملاحظہ کرے اور غیر حق تقائی نے عالم ارجح کو بدن سے رخصت دی ہو پس جو حرکت کا نظاہر
 بدن سے ہو حقیقت مین روح سے ہر غرض کہ جو فساد کہ اس عالم کو ن و فساد مین ہو تو اُسکی طرف
 سے جان لیکن شر نہ سمجھ کہ در پردہ وہ خبر ہو کیونکہ وہاں بشر کی گنجائش نہیں القصہ تاج الملوک کو خراج
 کی احتیاج ہوئی چاہا کہ بکاؤلی سے مانگے اس مین وہ سانپ کا من اپنی ران کا رکھا ہوا یاد آیا
 جماع کو بٹا کر ان چردانی اور وہ مہر نکال کر زخم پر مہر لگا دیا جبکہ اچھا ہوا بازار مین لے گیا
 جو ہری دیکھ کر حیران ہوئے وہ دیکھو جا کر خبر کی کہ ایک شخص ایسا جو اہر سچے لایا ہو کہ ہنسنے ساری عمر
 نہیں دیکھا اور بادشاہ کے سوا کوئی بھی اُسکی قیمت دے نہیں سکتا سنتے ہی وزیر نے کئی جوان اُسکے
 ساتھ کر دیے اور اُس غریب الوطن کو ناحق پکڑوا بلوایا دیکھا تو وہی شخص ہو فی الفور اُسے چوری
 کی تمت لگا کر تیر کیا اور راجہ کو یہ مشرودہ سنایا کہ بے بندہ دام توڑ کر آگیا تھا آج فریب سے
 مین نے اُسے پکڑا اب یقین ہو کہ جواب کہیں گے قبول کر گیا

تیسویں داستان بیاہ ہونے میں تاج الملوک کے چتراوت سے اور
کھودنے میں دیوہری کے حبین بکاؤلی تھی

جب شاہزادے کو راجہ چترسین نے بندینجا نہ میں نہایت تنگ کیا کہ چتراوت سے شادی قبول کرے
لیکن وہ قید کی سختیاں ہرگز خاطر میں نہ لاتا تھا بکاؤلی کے فراق میں دن رات چلاتا تھا اور دیوار سے
سر ٹکراتا تھا ایک دن وہاں کے داروغہ نے راجہ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ نوگز قمار مانند غنیمت
بیقرارانہ رات اور دن خاک پر لوٹتا ہوا اگر اسے جلد آزاد نہ کیجیے گا تو خون ناحق سر پر لیجیے گا چند روز
میں تڑپ تڑپ کر مر جائیگا ہمارا راج نے اسے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بیٹی کو کہلا بھیجا کہ تو جا کر اپنے شمع جال
کا پر تو اُسپر ڈال شاید تجھ پر چروانہ دار گھل جائے اور اُسکی مثل غور درجل جائے چتراوت یہ بات سنکر
نہایت شاد ہوئی جلد آپ کو آراستہ کیا حسن ما در زاد کو زینب زینت سے دونا کر دیا پھر نرملا دھپلا بھی
بن شکر دہرہ و مشتری کے مانند اُس ماہر کے ساتھ ہولین غرض تینوں شاہزادے کے پاس پہنچن اشعار

گئی زندان میں وہ رشک زینجا	وہاں اُس یوسف ثانی کو دیکھا	برائے نذر وہ لائی تھی جو جو
رکھا فی الفور اُسکے آگے سب کو	وہ کیا تھے یعنی زندانِ شل گوہر	عقیق لب بھی برگ گل سے خوشتر
بھرا یہ ساعیہ میں دکھائے	کہ چاندی چاند کی جیسے بجائے	رخ گل رنگ کا وہ زرد کھایا
جبک نے جس کے سوچ کو جلایا	سو نکھائی عطری ہوا اپنے تن کی	مہک شرمندہ کی مشک فتن کی
پھر آنکھوں کے اُسے دکھلائے بادام	عوض عنبر کے زلف عنبرین فام	رکھا سیب فتن بھرا اُس کے آگے
کہ اسکا بھی مزہ وہ شوخ چکھے	مگر رکھے انار سینہ تھنی	اطاعت اُسے کی شرم و حیا کی

لیکن شاہزادے کی نظر قبول اُن میں سے کسی پر نہ پڑی اور کوئی چیز اُسکی نگاہ پر نہ چڑھی
فی الواقع اگر چتراوت کی آتش باطن تاثیر دار نہ ہوتی تو پھر اُسکے تحفہ ظاہری خراب جاتے ساری
محنت رایگان ہوتی سن اگر عزیز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کو بادشاہ حقیقی کی
نذر کے لائق نہ دیکھا عجز سے کہا کہ عبادت تیری میں نے جیسی چاہیہ نہیں کی بھر کسا منہ ہو کہ
اپنی عبادت پر نازان ہو بہتر یہی ہو کہ آپ کو اُسکی محبت کی گھڑیا میں پہانک پگھلائے کہ کسیر
کے مانند خاک ہو جائے تا شاہان اکسیر پسند کی آنکھوں میں سونے سے زیادہ نظر آئے

انقص جب چہرہ اور تنے دیکھا کہ چشمہ جادو اور تیغ ابرو سے کچھ نہ ہو سکے گا نا طاقت ہو کر شہزادے کے آگے گر پڑی تڑپنے لگی یہاں تک کہ شہزادے کے دل کو صدمہ پہونچا بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہوا اور اسکو آغوش میں گھنچ لیا شادی قبول کی کیونکہ بے اسکی خاطر داری اور رضا مندی کے کسی طرح اپنی رہائی نہ دیکھی نہ ملانے فی الفور خوشخبری راجہ کو پہونچائی کہ چہرہ اور تنے گھر سے دامن بھر کر گھر میں آئی چہرے میں نے فی الفور شہزادے کو بندی خانے سے نکالا حامین بیجا اور خلعت شاہانہ محبت فرمایا پھر ایک مکان دلچسپ رہنے کو دیا اور نیک ساعت دیکھ کر اپنے خاندان کی رسم کے موافق اس درنا سفتہ کو اس محل گراں بہا کے ساتھ بیاہ دیا تاج الملوک چہرہ اور تنے کے خلوت کردے میں آیا نہ ملا اور چلا اپنے اپنے عہدے پر آکر کھڑی ہوئیں اور انھوں نے بھی گرمیاں بہت کھلائیں لیکن شہزادے نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا سر نیچے کیے بیٹھا راجہ پر رات گزری اٹھ کر کھڑا ہوا اور بکاؤلی کے مندر کی طرف چلا چند روز سے جو اس گرفتار دام بلا کو نہ دیکھا تھا تڑپ رہی تھی اور سر دے دے مارتی تھی اتنے میں شہزادہ بھی جا پہونچا دیکھتے ہی شاد ہو گئی اور سنبھل بیٹھی لیکن ہاتھ پاؤں کی منہدی دیکھ کر اس رشک جن کا منہ غصے سے لال ہوا دل کو صدمہ کمال ہو طاقت خموشی کی جاتی رہی کہنے لگی واہ شہزادے اتنے دنوں کے بعد آئے مگر خوب رنگ لائے عاشقوں کا نام تو نے ڈوبو یا وفا کو داغ لگا یا زہار عاشقی کا دم اب کبھی نہ بھرنا اور اپنا عشق کسی سے ظاہر نہ کرنا شنو می

اے سنگدل تو نے یہ کیا کیا حنا کا ہو بھر تیرے ہاتھوں پر رنگ مرا غنچہ دل بیان داغ کھائے شب روز دست تاسف ملے نہ لے نام چاہت کا احرار بدگر کرے چین توحیف تاج الملوک کہان ہر ترا کس طرف آج دھیان مگر ہوں ترا بندہ جان شمار مرا گوشت اور پوست سب ہر ترا	اگر انصاف اپنے ہی دلیں ذرا میں پتھر کی ہو کر رہوں یوں پری وہاں اور گل کو گلے تو لگائے جو عاشق ہو خوش ہو کے دھوین چچا پیرین تجھ ایسی تری جاہ پر جو بخشش کی باتوں کو اُسے سننا خیال ایسے دل میں نہ لامیر بجان بلاشبہ ہوں ملک تخت و جاہ ترے ہاتھ مدت سے میں بک چکا	مرا جسم گل رنگ ہو جاے سنگ کرے عیش تو غیر سے ہر گھڑی غضب ہو کہ معشوق غم سے جلے وہ ماتم نشین ہو یہ شادی رچا اُسے درد و غم کی مرے دلیں ہو کہ لگا بید سا کا پنپنے سر دھنا اگرچہ ہوں شہزادہ نامدار میں تیرا ہوں مخلوک میری شکاہ یہ جلو سے نے دیوانہ مجھ کو کیا
---	---	---

کہ اپنوں سے بیگانہ محسوس کیا
جب ہی سے کوئی چیز بھاتی نہیں
نقد ہر تجھ پر سے یہ دل مرا
نہیں اور تجھ سے کوئی دوسری
میں غش بدل ہوں تیرا میری جان
تعلق نہیں اور کے ساتھ ہو
بڑی قید میں میں گرفتار تھا
نہ کرتا جو اس کام کو میں بھلا
تو اس تکدے میں تڑپتی ادھر
نقطہ اپنا ہی دیکھتا جو ضرر
مگر تیرا نقصان گوارا نہ تھا
اسی ذرے سے یہ امر میں نے کیا
بھلا جو ٹھٹھا تھا تو کیوں بولتا
وفا اور محبت تری دیکھ لی
مجھے رنج و رحمت مبارک ہے
سنا اس طرح کا جو اسنے کلام
دل جان کو ہاتھوں سے کھونے لگا
یہ حالت بڑی دیر طاری رہی
گرا اسکے قدموں پہ بے اختیار
کہ میں تجھے جی میں نہیں کچھ خفا
خفا ہونے والی میں صدقہ گئی
ہوا تجھ سے جو بھکودہ سب قبول

مرے دل کو جسدن سے بھائی ہو تو
نظر میں کوئی شے ساقی نہیں
سو اتیرے پھر کس سے او دلربا
پڑے آنکھ کس پر بھلا اب دری
یہ کیا دخل ہو حکم سے گر بیرون
مرا جینا مرنا ترے ہاتھ ہو
مجھے خواہش کہ خدائی نہ تھی
تو آ کر تجھے کس طرح دیکھتا
پہونچتی نہ میری خبر تجھ ملک
تو کرتا نہ یہ بات اکر سیم بر
یقین تھا مرے دل کو اس بات کا
مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا
کوئی بیاہ کرتا نہیں جبر سے
یہ دو دن کی چاہت ترخی کی لی
تجھے مجھ سے اس حال میں کام کیا
لیا اپنا دل دونوں ہاتھوں میں
پری نے جو دیکھا اُسے اشکبار
کہ دونوں طرف آہ و زاری نہی
پری بھی تحمل نہ کچھ کر سکی
یہ شکوہ زبانی فقط تھا مرا
وہی مصلحت تھی جو تو نے کیا
نو تو ذرا اپنے دل میں ملول

ان آنکھوں میں جب سے سائی ہو تو
ترے بانوں ساٹھ نہیں چاند کا
یہ عاشق ترا ہووے گا بتلا
نہ مجھ سے کبھی ہو جیو بد گمان
جو فرمائے فوراً وہی میں کروں
مگر کیا کروں سخت ناچار تھا
مگر بے کیے بھی رہائی نہ تھی
میں اُس قید خانہ میں مرنے ادھر
نہ حالت ترے در کی مجھ ملک
مجھے اپنا جی ایسا پیارا نہ تھا
جیسے گی نہ تو بھی جو میں مر گیا
پری نے یہ سن کر غضب سے کہا
خدا چاہیے ہو مرے صبر سے
تجھے عیش و عشرت مبارک رہے
بڑے وقت کا کون ہو جز خدا
دم سر د بھر کے رونے لگا
لگی آپ بھی رونے بے اختیار
پھر آخر کو وہ عاشق بے قرار
اٹھا کر سر اسکا گلے لگ گئی
ہو منطور بس محسوس تیری خوشی
میں عورت ہوں آخر میں عقل کیا
ہزاروں میں مگر اگر ترے پاس

تو ہر جان دل سے مگر میرے پاس

انقصہ اسی طرح کے کلام آپس میں رہے ہر گھڑی اُدھر سے ناز تھا اس طرف سے نیاز تھا انقصہ تاج الملوک نے اپنے قید ہونے کا اور چتراوت سے شادی کرنے کا باہر مفصل بیان کیا اور اُس اُنہ رو کے دل سے غبارِ کدورت بالکل دھویا اتنے میں صبح نہو دھوئی تاج الملوک گھر گیا اور چتراوت کے پلنگ پر سو رہا اسی طرح بلاناغہ ہر شب بکاؤلی کے پاس جاتا تھا اور دن چتراوت کے ساتھ نفل اور حکایات میں کاتتا تھا وہ شہزادے کی ایسی حرکات سے نہایت حیران تھی اور اپنے دل میں کہتی تھی یا انکی طرف باہر یہ ہو کہ باوجود اس قربت کے میرے دل کی آگ شہزادے کی پنبہ راز کو سلگاتی نہیں اور اُسکے خیر محل کو جلاتی نہیں تعجب ہو کہ بیدل و دلارام ایک گھر میں ہیں اور تفاوت پور بچھیم کا ساہو اور غریب تک تیرے دل کی آنکھیں اغیار کے حسن کو دیکھنے والی ہیں تجھے بار کی صورت نظر نہیں آتی ہر چند بے پردہ ہو پہلے خارِ غبت اغیار کو دل کی سرزمین سے اُکھا کر پھینک دے پھر گلِ رخسار یا ر کو اُنہ دل میں دیکھ لے اگر تو اپنے گلشنِ وجود کو یہ نظر تامل دیکھے تو اُن میں رنگ و بو کے سوا کچھ نہ پاوے انقصہ ایک دن چتراوت نے شہزادے کا گلہ اپنے باپ سے کیا اور اُسکی بے اتفاقی کا سارا حال کہا راجہ نے کئی جاسوس شاہزادے کے پیچھے لگائے تا اس بات کو جلد تحقیق کر دین کہ یہ تمام رات کہاں رہتا ہو وہ اسی تلاش میں تھے کہ یہ اُسی وقت پھر گھر سے نکلا اور اُسی مندر میں گیا رات بھر بیا صبح ہوتے ہی پھر محل میں داخل ہوا فوراً انھوں نے جا کر راجہ سے عرض کی کہ شاہزادہ فلاں نے مندر میں صبح تک رہتا ہو اُس سیدہ دل نے کئی سنگ تراش چالاک دست اُسی وقت بھیجے کہ اُسکو کھو دکر پھینک دیں انھوں نے بموجب حکم کے اُس مندر کو بج و بنیاد سے اُکھا کر دریا میں ڈال دیا تاج الملوک جو اپنی عادت پر وہاں گیا تو اُسکا نشان بھی نہ پایا دیوانوں کے مانند وہاں کی خاک پر لوٹنے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا اشعار

ایمان اگر کھوج ترا یا توں میں	مردم کے وہاں آپ کو پہونچاؤں میں
کچھ ہو نہیں سکتا ہو کہ دن کیا اہر کاش	بھٹ جائے زمین اور سما جاؤں میں

آخر نا اسید ہو کر ڈاڑھ میں مار مار کر رویا اور پھر آیا چند روز تو اُسکو بیقرار سی کی لذت اور آہ و زاری کی کثرت رہی جب اُس صنم کے محل سے مایوس ہو مارونے کا بھی محل نہ دیکھا چتراوت کی جادو بھری باتوں پر دھیان کیا غرض نسیم دار اُسکے غنچہ امید کو شگفتگی بخشی اور نسیان وصال سے اُسکی صدف آرزو کو پر گھر کیا

چوبیسویں داستان بکاؤلی کے پیدا ہونے کی ایک کسان کے گھر میں اور
تاج الملوک اور چراوت کے ملنے میں اور پونچھنے میں ملک نگارین کے

کہتے ہیں کہ اُس تنخانے کی زمین کو ایک کسان نے چرتا اور وہاں سرسوں بونی تاج الملوک بھی کھتا
اسکے سبزے کو دیکھتے جاتا تھا اور اپنے دل متقرر کو وہاں کے سبزے سے تسکین دیتا تھا جب وہ پھولا
اور اُسے بہا پیدا کی تب شاہزادہ دونوں وقت وہاں لگا اور یہ رباعی پڑھتے لگا رباعی

کیا رنگ تھارا ہو کو تو یھو لو	آتی ہو مجھے عشق کی اس رنگ سے بد
نیکے ہوزین سے ایسے پوچھتا ہوں	گلشن سے مرے کچھ بھی خبر رکھتے ہو

القصہ وہ کھیت پکا اور کسان نے کانٹا اُسکا تیل نکالا از بسکہ کسانوں کا چلن یہ ہو کہ جو چیز نیت
میں آگتی ہو اُسکو پہلے آپ کھاتے ہیں اسلئے وہ اُسکی جو روکے کھانے میں آیا باوجود کہ وہ بانجھ تھی خدا کی
قدرت کاملہ سے حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد لڑکی پری پیکر جنی کسان کا گھر بے چراغ اندھیرا تھا
اُس شمع کے پر تو سے روشن ہو گیا ہر طرف دھوم پڑی کہ ایک بانجھ کے گھر سرسوں کے تیل کی تاثیر سے ایک
لڑکی نہایت حسین ایسی پیدا ہوئی کہ اُسکے حسن کی تعریف کسی سے نہیں ہو سکتی صفحہ کی چمک نے چودھویں
رات کے چاند کو ماند کر دیا جب چودہ برس کی ہو گئی تب سورج کو بھی دلخ دیگی رفتہ رفتہ یہ بات
تاج الملوک کے بھی کان تک پہنچی جانا کہ یہ تاثیر اسی سرسوں کی ہو کسان کو اُسکی بیٹی سمیت بولا بھیجا
جو میں نظر اس لڑکی پر پڑی اُسکی شکل اپنی مشوقہ کے مطابق بائی نہایت خادہو سمجھا کہ یہاں اُسے
جنم لیا ہو بہت سے روپیہ اُس کسان کو دے کر رخصت کیا کہ اس لڑکی کو بوجہ بی پرورش کر جب وہ
سات برس کی ہوئی ہر طرف سے اُسکی شادی کے پیغام کسان کو آنے لگے لیکن وہ اُس اندیشہ سے کہ
شاہزادے نے پرورش کئے واسطے تاکید شدیدی کی تھی خدا جانے آگے اُسے کیا مانتھو ہو کہ میری
جان پر آپ نے سب کو صاف جواب دیتا اور بہانہ یہ کرتا تھا کہ جس وقت وہ سیانی ہوگی جسے پسند
کرے گی اُسکے ساتھ بیاہ دوں گا قصہ مختصر حسب اُسے دسویں برس میں بائون رکھتا تاج الملوک
نے اس ہقان کے پاس ایک مشاطہ کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کرے
یہ سنکر وہ بیچارہ کانپنے لگا کہ مجھ غریب و عاجز کا یہ صفحہ کہاں کہ بادشاہ کے داماد کو اپنا داماد کر دے

اُسکا آخر یہی پھل ہوگا کہ میری بیٹی لونڈی ہو کر رہے گی ہزار افسوس ایسی حسرت راجہ کی بیٹی کی چیری
 بناؤں اور اُسکے آگے اسے کواؤں یہ بیکر لڑکی نے کہا سنو بابا میرا نام بکاؤلی ہو میں پر ہی ہوں تم ایسے
 اندیشے نہ کرو سب طرح خاطر جمع رکھو کچھ وسواس نہیں کہ گل رنگین کی جگہ آخر سر یہ ہوا اور درجے ہا کالکان
 شاہوں کا افسر ہو تم شاہزادے سے کہلا بھیجو کہ چندے اور بھی توقف کرے کسان بچا رہ چپ ہو رہا مشاطہ نے
 اگر سب ماجرا حضور میں عرض کیا تاج الملوک سنتے ہی مارے خوشی کے پھول گیا سالار غم و الم بھول گیا اور
 اسکو بہت سا انعام دے کر رخصت کیا جب بکاؤلی کے نحوست کے دن آخر ہوئے سیکڑوں پر بیان
 چاروں طرف سے وہاں آئین اور سمندر و پری بھی پوشاک پر تکلف اور جواہرات بیش قیمت لے کر
 مع تخت زرین اگر حاضر ہوئی بادشاہ زادی نے کپڑے بدلے گنا پنا جب بن ٹھن جلی مان باپ سے
 کہا کہ میں اتنے دنوں تمھارے گھر مان تھی اب رخصت ہوتی ہوں باپ کا ہاتھ بکڑ کے اُس کے مکان
 کے پھوٹے لے گئی اور اشرفیوں کا دیگچہ کسی زمانہ کا گڑا ہوا بتا دیا کہ اُسکو نکال کر خرچ میں لاؤ
 پھر رخصت ہوئی اور تخت پر سوار ہو بیٹھی پر بیان فی القور اُسکو اٹھا کر لے آئین اور جس جگہ کہ
 تاج الملوک چتراوت اور نرملہ اور چیلہ کو لیے بیٹھا تھا اگر اتریں بکاؤلی نے سب کو مدہیں چھوڑا
 آپ کیلی اندر گئی اور چتراوت کا ہاتھ بکڑ کر بہنوں کی طرح ناز سے گلے الگ گئی وہ اُسکی سچ و صبح
 دیکھ کر یہ سچو اس ہوئی کہ مسند سے دب کر بیٹھی پھر بری نے تمام اپنی سرگزشت شہزادے سے
 کہی اور اُسکی سنی پھر چتراوت سے کہا کہ اگر شہزادے کی رفاقت منظور ہو تو بسم اللہ اٹھ کھڑی ہو وہ تھا
 گھر و کچھ اندیشہ نہ کر دچتراوت نے کہا کہ میری جان شاہزادے کے ساتھ ہی پھر اس جسم خالی کو کیونکر
 رکھ سکونگی بدل حاضر ہوں اُسی وقت بکاؤلی نے پر یون کو اشارے سے کہا کہ تم ظاہر ہو نقل کرتے
 ہیں کہ چپہ بھڑ زمین سنگلیہ کی بریون سے خالی نہ رہی شہر میں دھوم مچ گئی لوگ گھبرائے
 یہاں تک کہ راجہ مضطر ہو کر بیٹی کے محل میں دوڑ آیا دیکھتے ہی اُسکو شہزادہ استقبال کے واسطے
 اٹھ کھڑا ہوا چند قدم بڑھا اور اپنی مسند پر بٹھایا پھر اپنا اور بکاؤلی کا احوال مفصل لکھ
 سنا یا پہلے تو بہت سا کڑھا پھر نہایت خوش ہوا اور چتراوت کا ہاتھ بکڑ کر بکاؤلی کے ہاتھ
 میں دیا اور کہا کہ یہ میری اکلوتی بیٹی ہو تیری پرستاری کے واسطے دیتا ہوں توقع کہ اب
 نظر مہربانی کی رکھو اور اپنی لونڈی جانیو یہ لکھ رخصت کیا تاج الملوک تخت پر سوار ہوا

بکاؤلی اور چترات دہا اپنے بائیں بھین اور نر ملا اور چپلا ادب سے سامنے پھر پریان کو لے کر اڑتین بات کی بات میں تاج الملوک کی ڈیوڑھی پر جا کر رکھ دیا بکاؤلی اور چترات جو اندر گئیں زمین الملوک کے وزیر کا بیٹا بہرام نام کہ ملک نگارین اور بلخ اور قصر کا علاقہ اسی کو تھا ندرے کر دوڑا آیا ادب بجا لاکر اپنا نام و نشان بتلایا تاج الملوک نے اُسپر بہت سی نوازش فرمائی ندرلی خلعت دیا پھر دولت خانے میں داخل ہوئے دلبر اور محمودہ دیکھتے ہی شہزادے کو نہایت شاد ہوئیں پھر بکاؤلی اور چترات سے خوشی خوشی ملیں۔

پچیسویں داستان تاج الملوک کے نامہ لکھنے میں فیروز شاہ اور مظفر اور اپنے باپ کو اور آنے میں اُنکے تاج الملوک کی ملاقات کو اور درج افرا پر عاشق ہونا بہرام کا

مصور نگارستان عشق کا اس داستان کی تصویر صفحہ کاغذ پر یوں کھینچا ہر کہ تاج الملوک نے فیروز شاہ اور مظفر شاہ اور زمین الملوک کو فرود اپنے پہنچنے کا لکھ بھیجا اُسکو پڑھ کر ہر ایک کا دل تروتازہ ہوا چنانچہ فیروز شاہ نے مع جمیل خاتون بڑے جاہ و خیمت سے شترستان کی طرف کوچ کیا اور مظفر شاہ حسن آرا اور روح افرا کو ساتھ لے کر اسی تخیل سے روانہ ہوا اور زمین الملوک بھی خاص محل کو ہمراہ لے کر بڑے کرد و فرج اور لشکر سے جلا غرض تھوڑے دنوں میں ملک نگارین میں آپہنچے اور اُسکے گرد و نواح میں انسان اور پر نیرادگی ایسی کثرت ہوئی کہ تل و دھرنے کی جگہ نہ رہی بارے تاج الملوک اور بکاؤلی کے دیدار سے سب مسرور ہوئے اور ہر ایک نے ل سے رنج و الم دور ہوتے تین روز تک جشن ربا ناچ راگ دن رات ہوا کیا چوتھے دن ہر ایک شاد و خرم و خست ہو کر اپنے اپنے ملک کو روانہ ہوا مگر بکاؤلی نے روح افرا کو نہ چھوڑا کہ چندے اور بھی اسکی صحبت سے حظ زندگانی اٹھائے اور ایام جدائی کی سختیاں سب ل سے بھلائے عقیق کا دالان اُسکی خواہجہ کے واسطے مقرر کیا وہ پری پکیا اُس حور مرشت کے ساتھ پھر رات گئے ایک سرگرم گفتگو رہی تھی پھر خواہجہ میں جا کر سو رہی تھی ایک رات کی نقل ہو کہ روح افرا کی چوٹی سونے میں کھڑکی

کے باہر جا پڑی تھی اُسکے موباف میں ایک گویا ہر شب چراغ چمک رہا تھا بہرام بھی اُسی وقت چاند کی سیر کرتا ہوا ادھر جا نکلا جبکہ نگاہ اُسپر جا پڑی پہلے تو سمجھا کہ کالا اپنا من منہ میں لیے چڑھا جاتا ہو پھر غور سے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ کسی کی چوٹی میں لعل چمکتا ہو جی میں سوچا کہ شاید بکاؤلی بیان سوتی ہو اور اسکی چوٹی لٹک پڑی ہو لیکن دل اُسکا تمام رات بچ و تاب کھاتا تھا آخر وہ نہ سکا صبح کو سمنو پڑی سے پوچھا کہ فلا نے مکان میں کون سوتا ہو اُسنے کہا کہ وہ روح افزا کی خواہگاہ ہو سنتے ہی اُسکے عشق کا سودا بہرام کے سر میں پیدا ہوا اور اُسکی زنجیر زلف ڈھونڈھنے لگا چنانچہ دوسرے دن ادھی رات کے وقت کندہ مار کر اُس مکان میں جا کر اُترا اور دالان کے اندر بے تابانہ چلا گیا دیکھا کہ وہ رشک زہر ایک سونے کے پلنگ پر نائے سے سوتی ہو یہ کیفیت اُسکی دیکھ کر کیفیوں کے مانند ہو گیا اُسنے تو کبھی اس شراب کو چکھا نہ تھا اُسکا نشہ شبہاں نہ سکا بدستون کی طرح اُس پر ہی سیکر سے ہم آغوش ہو کر مجھیاں لینے لگا فوراً اُسکی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بہرام ہو اگرچہ اُسکا عشق اُسکے نشہ دل کو چور کر چکا تھا لیکن اتنی چالاکی اور بیباکی اُسکی طبع نازک کو خوش نہ آئی بہت سا جھجھلائی آخر شطمانچہ مار کر ایسا دھکا دیا کہ کھڑکی سے گر پڑا اور زار زار روتا ہوا اپنے گھر چلا گیا صبح ہوتے ہی روح افزا نے بکاؤلی سے نصیحت مانگی اُسنے ہر چند ہمت اور منت کی کہ چند روز اور بھی رہو روتے افرا نے نہ مانا اسواسطے کہ اگر رات کی بات ظاہر ہوگی تو بکاؤلی مجھے ہنسی میں لے گی اور چھپڑے گی آخر شہ نہ ٹھہری اور جزیرہ فردوس کی راہ لی لیکن بہرام کے عشق سے دن کو میں سے بیٹھتی تھی اور رات کو ایک دم آرام سے نہ سوتی تھی بلکہ اکثر اوقات شمع فانوس کے مانند روتی تھی اور ساعت بساعت سموم غم سے مر جھاتی تھی اور اپنی ٹرسٹنہ خور میں گھڑی گھڑی آنسو بھرتی تھی سچ ہو کہ جو کوئی دیدہ غور سے ملاحظہ کرے تو عشق کی بیباکی معشوق میں زیادہ دیکھے یہ وہ گردہ ہو کہ کسی کے گلے میں کندہ عشق ڈال کر دوسرے اپنے حضور میں کھینچے اور کسی کو فلاخن ہجر سے دور پھینک دے

چھبیسویں داستان بہرام کے جزیرہ فردوس میں پہنچنے کی سمنو پڑی کی مدد سے اور روح افزا کے ملنے میں تنفس کی توجہ سے

کہتے ہیں کہ بہرام روح افزا کے فراق میں سیانہ تک نحیف ہو گیا کہ وہ بلاپے سے آنکھوں میں ہلکے پڑ گئے

اس بات کی سمن رو کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ مدام اُسکو نصیحت کرتی کہ اگر بہرام اس خیال سے درگزر اور دل سے اندیشہ فاسد دور کرے تو نہ غیبت کا شجر محبت سوا فراق کے کچھ نہیں دیتا خاک میں ملے ایسی دوستی جس سے ہمیشہ خرابی اور خطرانی جی کو رہے اور ناحق ایک بے پردا کے پیچھے دکھ اور درد سے تو تاج الملوک کی بات پر نہ جا کہ نادر ہو یہ اتفاق ہو گیا کہ بکاؤلی کی طبیعت اُسپر لگی والہ آدمی اور پرسی میں کیا مناسبت لطیف اور کثیف میں ملاقات کی کون صورت لیکن بہرام چکاٹا کرتا کچھ جواب نہ دیتا تھا مگر یہ بت پڑھتا تھا سبب نصیحت کرتے ہو ناحق تم اتنی بد نہیں جانے کی زندگی سے سیاہی بہ جب سمن رونے دیکھا کہ خا عشق بہرام کے جگر میں ایسا چھبھا ہو کہ اُسکا نکلتا بہت دشوار ہو کما اسی خود فراموش اس ہم میں مجھ سے تیری امداد اور تو کچھ نہیں ہو سکتی لیکن اگر تو کہے تو میں جزیرہ فردوس میں تجھے پہونچاؤں بھرا گئے تیری قسمت ہو وہ اس بات پر بخوشی راضی ہوا تب سمن رونے اُسکو زمانے کپڑے اور گنا جس قدر مناسب تھا پہنایا بہرام امداد تھا ہو جو ایک رنڈی پرسی بیکر نیکر اڑ چلا پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر جزیرہ فردوس کو لے آڑی اور اپنی منہ بولی بہن کے گھر میں کہ اُسکا نام بنفشہ تھا اور وہی مشاطہ روح افزا کی تھی جا کر اُتر سی وہ سمن رو کے آنے سے نہایت مسرور ہوئی اور چھپنے لگی کہ یہ نوجوان لڑکی تمہارے ساتھ کون ہوا اُسنے کہا کہ میری دینی بہن ہوا اسکا جی اس سرزمین کی سیر کو بہت چاہتا تھا اس واسطے میں تمہارے پاس لائی ہوں اسے خوب طرح سیر کراؤ تا شے دکھاؤ اُسنے کہا بہت اچھا آنکھوں سے پھر سمن رو درخصت ہو کر بکاؤلی کے پاس آئی اور بہرام بنفشہ کے گھر میں رہا وہ اُسے دنیا کی نشیں کھلائی تھی شفقت اور صبر بانی سے دن کو ہر ایک باغ میں لے جاتی تھی اور سیر دکھلاتی تھی شام کے وقت گھر آتی تھی پھر اپنی مشاطگی کا اسباب لے کر روح افزا کی خدمت میں جا کر حاضر ہوتی تھی اسی طرح چند روز گزرے ایک روز بنفشہ کہیں گئی تھی بہرام نے جو گھر خالی پایا اُسکی مشاطگی کے اسباب میں سے آئینہ نکال کر اُسکی پشت پر یہ شعر لکھے اور اسی جگہ رکھ دیا اشعار

روشن تھا یہ کچھ رخ نیکوے آئینہ	چکا ہو تیرے عکس سے کیا درے آئینہ	مشاطہ آئینہ کو ترے آگے با ادب
بھٹلاتی تھی جو کھینچ کے راتوے آئینہ	غیرت یہ کہتی ہو کہ اسے جو رہے پیچھے	کیون کیا تو نے جان جان بد آئینہ
سُرمیکو جو تجھ سے ہوئے کسی اور طور سے	نظروں سے گر پڑے رخ دیکھوے آئینہ	آئینہ ایک دم نہ ٹھہراتا ترے حضور
باندھا ہو عکس لکھنے بازوے آئینہ	الغرض بنفشہ اپنے وقت پر تھا یہ	اور سنگار دانی لے کر روح افزا کے

پاس جا کر حاضر ہوئی پھر کنگھی اور چوٹی کر کے آئینہ جو اُسکے ہاتھ میں دیا شہزادی کی نظر جو اُسکی پشت پر
 جا پڑی نوشتہ دیکھا اور اُسکو بڑھکے معلوم کیا ہر چند راقم اُسکا بہرام کے سوا کوئی نہیں لیکن اس بات کو
 اس طرح دریافت کیجیے تا اُسکے آنے کا یقین ہو جائے اور دغدغہ دل میں نہ رہے مشاطہ سے یوں
 مخاطب ہوئی اے بنفشہ جو چیز ہمیشہ ہو وہ کیا ہو اور وہ شہزادہ مدام غم کے ساتھ ہو کون شہزادی اُسے
 ہر چند غور کیا لیکن جواب معقول نہ سوچا عرض کی کہ اسکا جواب لونڈی کل دے گی اسوقت معاف
 کیجیے یہ کہہ کر گھر آئی مگر اس پہلی کے بوجھ میں نہایت متفکر تھی اُسکی گھبراہٹ صورت بہرام نے دیکھ کر
 پوچھا ہوا آج اتنی سچو اس کیوں ہو تب بنفشہ نے سوال روح افزا کا اُسکے سامنے بیان کیا اور
 کہا مجھکو سوا اُسکے جواب میں کچھ نہیں سوچتا اُس حکیم مطلق کا نیزنگ ددام ہو اور شادی غم سے
 وابستہ مدام ہو بہرام نے یہ سن کر کہا اس سوال کا یہ جواب ہرگز نہیں بلکہ یہ ہو جس عاشق کے منہ پر
 معشوق کے ہاتھ کے طمانچے لگے ہیں وہ ہمیشہ سرخرو ہو اور مدام ناخوشی سے تلخ کام وہ ہو کہ جبکا مطلوب
 محبوب ہو اور وہ ہر ایک کو اپنا محبوب سمجھتا ہو نقل مشہور ہو کہ گنجون سے پوچھا کہ خلافت پیغمبر کی
 بعد خلفائے راشدین کے حق کس کا تھا اُسے جواب دیا کہ لیلے کا القصد بنفشہ نے اُسکا جواب دیا
 ہوا صبح کو روح افزا کے حضور میں جا کر عرض کیا سنتے ہی اُسکو بہرام کے آنے کا یقین ہوا اور بنفشہ
 سے پوچھنے لگی سچ کہ یہ جواب کسے دیا اُسے ہر چند کہا کہ رات کو میرے خیال میں گذرنا تھا لیکن
 پرسی نے ہرگز نہ مانا بنفشہ نے مجبور ہو کر کہا کہ سمن رو پرسی اپنی منہ بولی بہن کو اس سرزمین کی
 سیر کے واسطے میرے گھر میں چھوڑ گئی ہو اُسے یہ جواب مجھکو سکھایا ہو روح افزا نے کہا اُسکو ہمارے
 پاس کبھی نہ لائی بھلا آج تو اپنے ساتھ لے آئیو ایک ذرا میں بھی دیکھوں اُسے کہا بہت اچھا
 اُسکی اور میری دونوں کی سعادت ہو چنانچہ شام کے وقت بہرام کو پہنا اڑھا کر اپنے ہمراہ لے گئی
 روح افزا نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ بہرام ہو لیکن اغماض کیا اور کچھ متوجہ نہ ہوئی وہ سمجھا کہ اسے
 اب تک مجھے نہیں پہچانا شاید آئینہ کی پشت نہیں دیکھی اور میرا لکھا ملاحظہ نہیں کیا قصہ کوتاہ
 جب بنفشہ چوٹی گوند چکی شہزادی نے آئینہ مانگا بہرام نے جلدی سے اُٹھا کر پشت کی طرف
 سے اُسے دکھایا وہ غنچہ دہن بے اختیار کھل کھلا کر ہنس پڑی اور بنفشہ سے کہنے لگی کہ اے بنفشہ
 تمہاری بہن نہایت گور ہو کہ اب تک آرسی کی پشت درو نہیں جانتی آج کی رات اسے

یہاں چھوڑ جاؤ ہم اس کے ساتھ نہیں بولیں چلین کر بیٹھے اُسے عرض کی کہ میری عین خوشی
اور اسکی سراسر افزائی یہ لکھو وہ تو اپنے گھر آئی اور یہ دلا رام کے خلوت خانے میں رہا اور
غزہ نہ اگر بہرام نہ نہ لباس نہ پہنتا تو ہرگز اپنی معشوقہ سے اتنا جلد نہ ملتا اور اپنے مطلب کو
نہ پہنچتا فی الواقع جو عاشق کہ معشوق کا رنگ پکڑتا ہو معشوق خود عاشق اُسکا ہو جاتا ہو چاہے
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وضع کا کلام فرمایا ہو حال اُسکا یہ ہو کہ خصال خدا کی
بیرہمی کر دتا قربت اُس سے حال ہو اور امور عالم کے انتظام دینے والوں نے نقاب ظلمات
سے چہرہ روز کو چھپایا اور چادر مہتاب کا فرش نورانی سطح زمین پر بچھایا روح افزا بریوں کی
مجلس سے اٹھ کر خلوت سرا میں آئی بہرام کو اکیلے کر بیٹھی اُس آشنا صورت نے اجنبیوں کی طرح
سر رشته سخن کا نکالا کہ وہ بی تمھارا نام کیا ہو اُس نے کہا کو چہ ننگ و نام تو مجھ سے کب کا چھوٹ چکا ہو
تیرے نام کے سوا کچھ یاد نہیں پری نے پوچھا بیان کس واسطے آئی ہو جواب دیا کہ پروانے کے آنے کا
سبب شمع پر بخوبی روشن ہو اُس سے پوچھا جا ہے بہرام کی میٹھی میٹھی باتوں سے تو محظوظ ہوئی
لیکن ظاہر میں ترش رہو کہ بولی اور مکر بائی اختیار کرنی تیری باتوں سے میں نے پہچانا کہ تو زندگی
نہیں بلکہ مردوا ہو یہ بھگل نکال کر تو بیان در آمد ہوا میرے ناموس کو برباد کیا دیکھ تو اس
دلیری کی کیسی سزا دیتی ہوں اور ڈھائی کا بدلہ کیسا لیتی ہوں وہ ناکردہ کا نیش اور
نوش رنج حلاوت سے واقف نہ تھا ناز و نیاز کے حید اُسپر کھلے نہ تھے اُسکے علاوہ طماچون کا
صدمہ آگے اٹھا چکا تھا وہ ناز کی باتوں کو سچ سمجھا یقین ہوا کہ اب پھر مار رکھاؤنگا اور نکالا جاؤنگا
مارے ڈر کے تھر تھر کا پٹنے لگا اور اس شعر کو پڑھ کر بیہوش ہونے لگا شعر کہ قتل کہ تیرے آگے مرنا
بہتر کہ در زندگانی نہ پھر تو پر نیا دسم گئی کہ مبادا اور سے اسکی جان پر اپنے اور حفا کاروں میں
میرا نام لکھا جائے بے اختیار دوڑ پڑی اور سر اُسکا اپنے زانو پر رکھ کر رخ گلفام کی بو بیاں تک
سوٹکھائی کہ اُسکو پھر ہوش میں لائی اور غریزہ اگر اپنے نور عقل کو حکمتوں سے زیادہ نہ چمکائے گا
تو تجلی یار سے فائدہ نہ پائے گا اگر تو یہ بہتی موہوم نہ چھوڑے تو حیات ابدی کب تیرے پاس
آئے جو راہ عشق میں آپ سے نہ گزرا وہ منزل مقصود میں کب پہنچا۔ قصہ بہرام نے جو آئندہ
اکھوئی تو اپنا مرتبہ رنگ گل دیکھا اور محبوبہ کا دل نل بلبل مارے خوشی کے بھول گیا اور اگلے کھلی

باتین بھول گیا پھر تو بے کھٹکے اپنے ہونٹھ کہ رشک گلبرگ تھے اُسکے دہن سے کہ غیرت غنچہ یاسن تھا
 ملائے اور خوب ہی مزے اُڑائے از لبکہ وہ گل بیرہن بھی اشتیاق میں بھری ہوئی تھی آپکے روک
 نہ سکی گتہ ہی گئی آخر نسیم نے کلی کو بھول بنایا اور آپس میں نئے نئے طرح سے لطف اٹھایا روح افزا کا یہ
 جی لگا کہ ایک ساعت اُس سے جدار ہنسا دشوار ہوا پھر یہ ارادہ کیا کہ اسکو حزر جان کی طرح گلے سے
 لگائے رکھے مگر دشمنوں کی نظر سے چھپائے رکھے آخر ایک طلسم اُسکے گلے میں باندھا اور قہری بنا کر
 ایک سونے کے پتھرے میں رکھا پھر تو وہ سروگل اندام روبرو لٹکائے رکھتی تھی رات کو پتھرے سے
 نکال کر پھر آدمی بناتی تھی اور صبح تک اُسکی صحبت سے انواع و اقسام کی کیفیتیں اٹھاتی چند مدت
 اس طرح گزر گئی اور یہ بات چھپی رہی آخر عشق اور مشک بے ظاہر ہوئے نہیں رہتا کچھ یو یاس بیان
 کی حسن آرائی پہونچی ایک دن نور کے ترکے اُسکی سُن گن لینے آئی جب روح افزا کے پاس آنکلی دیکھا کہ
 اُسکی زلف مشکین کا طور بیٹو رہی اور سیب زرخندان کا رنگ اور ہر نسیم رخسار کی رنگت گل سے
 اور نرسن سمجھاب کی کیفیت جام سے دیکھی پیشوا ز کی چولی کی حالت اور طرح کی پائی اور انگلیا کی صورت
 کچھ اور ہی نظر آئی سمجھی کہ اسکا یا قوت کسی کے الماس سے مقرر کندہ ہوا ہے اور جھوکا لیم کا بلاشبہ
 اسکے غنچے کو لگا دوڑ کر غصے سے ایک دو تہڑ پیٹھ میں مارا اور کہنے لگی اے علامہ کل کا نام ڈبو یا کیا
 غضب کیا تو نے کنوارے پن میں کس سے آنکھ لگائی تجھے غیر مردوں سے حیاء نہ آئی حیف تیری رست
 چینی بھر پانی میں ڈوب مرتبہ رسوائی کا تقارہ کج گیا تو نے باپ کا نام خراب کیا ج بتا کہ یہ کیا
 ماجرا ہو نہیں تو تیرا گلا گھونٹ ڈالوں گی اور جیتا نہ رکھوں گی روح افزا مارے ڈر کے تھر تھراتی تھی اور
 کہتی تھی امان مجھے تمھارے سر کی تم جو میں نے کسی مرد سے کو بھی دیکھا ہو تو آنکھیں پھونچیں یہ تمہارے
 ہو اور صاف بندش ہو تم کیسی مان ہو کہ بیٹی کو عیب لگاتی ہو اور لوگوں کے کئے سننے پر جاتی ہو
 غرض اُسے ہر چند سخت سخت قسمیں کھائیں اور بہتیری باتیں بنائیں مگر اُسے باہر نہ کیا بلکہ دپڑ
 ہوئی کہ جس چور نے اس گھر میں کو بھل دی ہو اُسے پکڑا چاہیے اور اچھی طرح منرا کو پہونچایا جائے
 ہزاروں ہاسوسوں عیاروں نے زمین و آسمان کو ڈھونڈھا مارا لیکن گھر کے بیچرے کا بھید
 کسی پر نہ کھلا اے عزیز تو عرش پر کس کے ڈھونڈھنے کا ارادہ رکھتا ہو جو تیرے خاندان
 میں ہو اُسکا تو تجھے خبر نہیں واہ واہ دور کا دھیان اور نزدیکی آپ سے انجان شعر

کون ہو گھر میں جب اتنی بھی نہیں تجو خبر نہ پھر تو یہ کیا جانے کیا ہوا جو بام حجب پر ہذا القصہ حُسن آرائے
 جستجو کر کے روح افزا کی خواص کو دھمکایا اور مظفر شاہ کے غضب سے ڈرایا جب تو ایک خواص
 کہ اُسکا نام گلرخ تھا اُسکے نزدیک اگر یوں کہنے لگی کہ اس خلوت سرا کا بصد ہمیر کیونکر کھلے نہ وہاں تک
 گزار نہ دیدہ بان بنیا شعر اُسکے مُنہ کے دیکھنے کو دیدہ دل چاہیے نہ چشم ظاہر میں ہماری دید کر سکتی
 ہو کب نہ لیکن اندرون ہماری صاحبزادی صبح و شام اُس فحری سے مشغول رہتی ہو اور اس کے
 پیچھے کو ایک دم آنکھ سے اوجھل نہیں رکھتی ظاہر میں تو یہ پرندہ ہوا و رباطن کی ہموں خبر نہیں
 پس اپنا طائر قیاس آگے نہیں اڑ سکتا مگر ملکہ اڑتی چڑیا پہنچاتی ہو اسکی کہ نہ سمجھ لے اسی نادان
 بسبب علاقہ روح سبرہ زار دنیا کی سیر کو آتی ہو جب تک یہ مریع طلسم غنا صرا کے گلے میں پڑا ہو
 اور قفس وجود میں طوق بندگی اُسکا کلو گیر ہو چشم ظاہر میں مشت خاک کے سوا کچھ نہیں دیکھتی
 جس دن یہ طلسم ٹوٹ گیا کیفیت اُسکی کھل جائے گی کہ وہ کون ہو اور یہ نیرنگ کیا ہو چنانچہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہو جب لوگ آوین گے اس حال سے آگاہ ہونگے وجود
 مطلق ایک دریا ہو اور ہر موجود مثل حباب ہو جب حباب سے ہوا نکل گئی دریا کے سوا کچھ نہیں
 بس تامل سے دیکھ کہ اصل حسی دریا کی ہو لیکن فرق مرتبہ کا البتہ ہو حباب کو کوئی دریا نہ کہے گا
 اور دریا کو حباب اور کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں اور تبحرانہ کو کنشت جہنم کو دوزخ اور جنت کو بہشت شعر
 ہر مرتبہ میں اور ہی حکم وجود ہو نہ نزدیک ہو جو حفظ مراتب کہے نہ توبہ واقعی مسئلہ وحدت وجود کا
 مشکلترین مسائل ہو اور بہتیرے اس بحر عمیق میں گر کے مذہب جبری کے بھنور میں جا پڑے اور اکثر
 مسلک دہری کے گرداب میں ڈوبے ہاوی میان فضل الہی اور کرم رسالت پناہی کے سوا کوئی
 نہیں قصہ کوتاہ حُسن آرائے روح افزا کی نشست گاہ میں جا پہنچے کو اُمار لیا اور ارادہ لہجانے
 کا کیا روح افزا اُسکو شاہین کے خنجر میں دیکھ کر کلیجہ پکڑ کر رہ گئی مُنہ سے تو مارے لہجائے
 بول نہ سکی پر طائر روح قفس تن میں تڑپنے لگا ہر چند تڑپا لیکن قضا و قدر کے ہاتھ سے نہ چھوٹا
 عرض اُس بے پروا کو وہ بری لے اڑی اور مظفر شاہ کے رو برو اُسکا چہرہ جا کر رکھ دیا شاہ نے کمال
 اُسکے بال و پیر تمام کھولے آخر گلے پر جو ہاتھ پڑا تو ایک تعویذ بندھا نظر آیا اُسکو کھولا بہرام آدمی
 ہو گیا حاضرین مجلس سخت متعجب ہوئے شاہ آتش غضب سے جل کر کباب ہو گیا اور کہنے لگا سو بد ذات

نا بہار تو غضب سلطانی سے نہ ڈرا اور اپنے جی میں کچھ نہ سوچا سچ کہ اس دربار میں تجھے کون لایا
 اور بادشاہوں کے محل میں کس نے پہنچایا ہے اس ڈھٹائی اور بے پروائی کا ثمرہ تو ہلاکت کے سوا
 کچھ نہ پائیگا اور اسکی سزا میں جان سے جائیگا بہرام بولا عاشقوں کا رہنما جذبہ اشتیاق ہی اور کس
 کے سزاوار تکلیف والا لایا قہر عشق کی وہ زنجیر نہیں کہ کوئی آپ سے پاؤں میں ڈالے اور بے اختیار
 گر قمار ہو عاشقوں نے رشتہ رشتہ اختیار سے توڑا ہوا ہے اور بے اختیاری سے جوڑا ہے جس نے زندگی سے
 ہاتھ دھوئے اُسے موت سے کیا خطرہ ہے اور جان کی کیا پروا ہے مگر حسرت دیدار جی میں رہے گی اور گور
 میں جوئے خون آنکھوں سے بہے گی شعر موت سے ہرگز نہیں ڈرتا نہ کچھ غم ہو مگر غم گلر خون کی دید
 سے محروم میں رہ جاؤنگا آخر مظفر شاہ کا شعلہ غضب ایسا بھڑکا کہ لوگوں سے فرمایا اس آتش کے
 پر کالے کو جلد شہر سے دورے جا کر آگ میں ڈال دو اور جلا کے خاک سیاہ کر دو اتفاقاً تاج الملوک
 اور بکاؤلی گلستان ارم کی سیر کو آتے تھے جس مقام سے جزیرہ فردوس نزدیک رہ جاتا ہے وہاں
 پہنچے جی میں آیا کہ چلو روح افزا کو بھی دیکھیں اور دونوں وہاں کی بھی سیر کریں القصہ جزیرہ فردوس
 کی طرف پھرے اور وہاں آنکھیں جہان لکڑیوں کا انبار لگا تھا اور بہرام اُس پر بیٹھا تھا بلکہ چاروں طرف
 سے آگ دے چکے تھے جی میں بکاؤلی نے لوگوں کی بھڑکی بھی اور آگ بھڑکی ہوئی اُسے نظر پڑی تخت
 اپنا قریب لیجا کر پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہنگامہ ہے کوئی بول اٹھا کہ روح افزا کے عاشق کو جلاتے ہیں
 سنتے ہی اس بات کے تخت سے اتر کر آگے بڑھی کیا دیکھتی ہے کہ بہرام ہونی الفور بکاؤلی نے کہا جلد
 اس آگ کو بجھاؤ اور اس جوان کو نکالو اگر اسکا ایک رُوان جلا تو سیکڑوں کے سر جلا دوں گی بلکہ
 اُسکا گھر کا گھر خاک میں ملا دوں گی لوگ ڈر گئے اور آگ کو بجھا دیا اور بہرام کو نکال کر شہزادے کے
 حوالہ کیا اُسکو ہمراہ لے کر ایک باغ میں جا اتر ہی پھر تاج الملوک کو اور اُسے وہاں چھوڑا
 آپ مظفر شاہ اور حسن آرا کے پاس گئی جھک کر سلام کیا انھوں نے اُسکا سر حجابی سے لگایا
 خیر و عافیت ہو بھی اور آنے کی حقیقت بکاؤلی نے کہا کہ میرا بے اختیار آپ کے اور چچی جان کے
 دیکھنے کو جی چاہتا تھا اس کے سوا خیریت ہی لیکن راہ میں عجب ماجرا دیکھا کہ میرے سرے کے
 وزیر راوے کو لوگ جلا یا چاہتے تھے اگر میرے آنے میں اور ایک دم کا وقفہ ہوتا تو وہ جلا کر رکھ دیتا
 اور مان باپ کو دنیا سے کھو جاتا اگرچہ مناسب کا بُرا ہی خصوصاً ایسے جوان کیل کافی اوقات قصیر

بھی ایسی ہوئی تھی لیکن اس طرح کی سزا اب فائدہ نہیں رکھتی جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا میں نے
 کیا کہ آپ نے اُسے مار ڈالا لیکن کلک کا ٹیکا تو نہ مٹے گا اب سو جانتے ہیں پھر ہزار دن جانیں
 اس سے بہتر یہ ہو کہ اُسکی تقصیر معاف کیجیے اور روح افزا کو اُسکے ساتھ بیاہ دیجیے کیونکہ بہرام نباہ
 اور قابل ہو کچھ اس میں مضائقہ نہیں وزیر اور بادشاہ میں ہمیشہ سے رشتہ ہوتا آیا ہوا اور جو انسان
 حقیر جانتے ہیں تو پھر مجھ کو کیوں تاج الملوک کے ساتھ بیاہ بیٹی اور بیٹی میں کیا فرق ہو مظفر شاہ نے یہ
 سُنا کر سر جھکا لیا اور کہا بہت بہتر مختار ہو پھر وہاں سے روح افزا کے پاس آئی دیکھا کہ وہ آنکھوں میں آنسو
 ڈھبائے سر جھکاڑٹھنہ پھاڑ بناٹے بیٹھی ہو سُنا کر کہنے لگی واہ واہ ری کھسکی کہاں جا کر سنگ لگائی
 پناہ مانگیے اور ڈریے تجھ سے اور تیرے دیدے سے بس لٹھ کھڑی ہو سنس بول کپڑے بدل حجرے سے
 باہر نکل میں تیرے چاہنے والے کو سلامت لے آئی ہوں اب کوئی دن میں دل کھول کر لیں اور ہمیشہ
 عیش کجیو روح افزا بہن کی باتوں سے سُنا کر اُٹھ بیٹھی اور بلا میں لے کر گلے سے بٹ گئی رات کی رات
 بکا دلی وہاں ہی صبح کے وقت روح افزا کو مظفر شاہ اور حسن آرا کے پاس لے گئی تقصیر معاف کروائی
 پھر اُسکو مائون بٹھا کر تاج الملوک اور بہرام کو لے کر جزیرہ ارم میں جا کر پہونجی اور ماجرا میں عن اپنے
 مان باب کے گوش گزار کیا پھر اُسے درخواست کی کہ وہ جس دھوم سے تاج الملوک کو لے کر بیاہنے آئے
 تھے اُسی طرح تم بھی بہرام کو بیاہنے لے جاؤ اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرو چنانچہ انھوں نے ویسے ہی
 عہد اندازی اور تیاری اندر باہر کی اور تخیل سے بہرام کو خلعت شاہانہ اور جواہر پہنا کر بھولون کا سہرا
 ماندھک بڑے کروڑ سے جزیرہ فردوس کو روانہ ہوئے وہاں کی تیاری کا کیا کتنا ہو پری کے بیاہ کا تخیل
 زبان کیا بیان کرے اور قلم کب لکھ سکے غرض مظفر شاہ کی طرف کے لوگوں نے برایتیوں کو اور دولہا کو
 لے جا کر نہایت عظیم و شان سے مجلس نشا ط میں بٹھایا اور زنانی سوار یوں کو اُسی وضع سے اُتر دیا کہ
 بڑی تعظیم اور تواضع سے حسن آرا کے علاقہ دار مجلس انبساط میں لے آئے پہر رات تک اندر باہر تاج
 راگ کی صحبت رہی آتش بازی انواع و اقسام کی چھوٹا کی پھر اپنے خاندان کے چلن کے موافق اُس
 پری بیکر کا نکاح اُس رشک قمر کے ساتھ بندھوایا ہار اور پان دینے کے بعد نوشہ کو ریت و رسم
 کے واسطے محل میں بچھوایا بکا دلی بھی بہنوں کی طرح بہرام کے ساتھ گئی اور ٹونے کرتی ہوئی اُسکی طرف
 سے خوب جھگڑی پھر اُسی صبح دکھایا اور دولہا کو دلہن کا جھوٹا مشربٹ پلا یا اسکے بعد مظفر شاہ اور

حُسن آرائے روح افزا کو بہت سا جہیز نقد و جنس لونڈی غلام دے کر بہ تجل تمام رخصت کیا ہرات کو اُسی رونق سے فیروز شاہ اور تاج الملوک لیے ہوئے شاد و خرم جریرہ ارمین داخل ہوئے کئی دن وہاں چپل پل رہی پھر بکاؤلی اور تاج الملوک روح افزا اور بہرام کو اُسی طمطراق سے لے کر ملک نگارین کو روانہ ہوئے تھوڑے عرصہ میں جا پہنچے پھر بہرام کے مان باب کو بلوایا کہ تمام قصہ کہہ سنا یا اور دونوں کا دیدار دکھایا وہ بہو بیٹے کو دیکھ کر بہت شاد ہوئے اور بکاؤلی کے جان و دل سے ممنون حسان ہوئے من بعد وزیر نے مجلس نشاط کی وہاں تیار کی بادشاہ کو جا کر لے آیا اور جتنے چھوٹے بڑے امیر تھے اُنکو بھی بلایا جس قدر اہل طرب شہر میں تھے اُنکو طلب کیا غرض کئی دن تک ناچ راگ کی صحبت رہی مہمانداری سنجوبی کی بادشاہ اور بادشاہ زادے کے حضور میں سیکڑوں کشتیاں جواہر اور پوشاک کی رکھیں اور محل میں بھی اُسی قلیل سے بھجوائیں انعام اور اکرام لوگوں کو بہت سادیا نقد و جنس شہر بھر بانٹا بعد اُنکے حضرت اعلیٰ قلعہ مبارک میں تشریف لے گئے سب مہمان بھی رخصت ہوئے پھر بکاؤلی نے حال کو کہلا بھیجا کہ جلدی میرے باغ اور محل کو اکھڑا کر بیان لے آؤ وہ دوچار رہی دن کے عرصہ میں لے کر پہنچی فی الفور متصل اپنے دولتر کے نہایت آراستگی کے ساتھ قائم کر کے روح افزا اور بہرام کے حوالے کیا الحمد للہ خدا کے فضل سے سب شاد ہوئے اور سنجوبی آباد ہوئے شہر

غرض جس طرح سے کیا اُنکو شاد	ہماری بھی دے یا الہی مراد	یہ قصہ ہوا جب سنجوبی تمام
تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام	یکایک سنی میں نے آواز غیب	کہ ہر مذہب عشق تاریخ و نام

تاریخ عیسوی

ہوئی پھر یہ خواہش کہ ملک زبان	کرین عیسوی سال کو بھی بیان	تو پھر ہاتھ غیب نے دی صدا
کہ اس مذہب عشق میں کوئی آ	کرے مشرب جام گر اختیار	تو راز نہاں اُسے ہوا آشکار

خاتم الطبع

انجمن ترقی فناء مرغوب مطلوبی اُسی بگل بکاؤلی مترجمی نہاچن لاہوری مطبع نشی نو کشور واقع کھنڈ من سب ایام کشتی شن ترأس صاحب اکانتین سینتیسویں بار باہر اگست ۱۹۲۳ء کو چھپ کر سرور بخش دل شتاقان ہوئی